فریبی قاتل
اشتیاق احمد

فریبی قاتل
انسپکٹر سرفراز
اور
سارجنٹ فاضل
کے
کارنامے

# دو باتیں

کچھ لوگوں نے مجھ سے یہ فرمائش کی کہ اب بڑوں کے لیے بھی جاسوسی ناول لکھوں، یہ مطالبہ اس وقت اور زور پکڑ گیا جب جناب ابن صفی رحلت فرما گئے۔ اس میدان میں میں ان کے پاسنگ بھی نہیں، تاہم آپ لوگوں کی خواہشات کا احترام بھی لازم تھا اور اسی کا نتیجہ "فریبی قاتل" کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔

انسپکٹر سرفراز جمال اپنی تیزی، بہادری اور ذہانت سے آپ کو ورطۂ حیرت میں ڈال دے گا، اور آپ کو قدم قدم پر قہقہے لگانے پر مجبور کرے گا۔ جو بڑے میرے تحریر کردہ بچوں کے ناول بھی ذوق شوق سے پڑھتے ہیں، ان کے لیے یہ سلسلہ خاص طور پر ایک تحفے سے کم ثابت نہیں ہوگا۔ امید ہے اس سلسلے کا ہر ماہ ایک ناول پیش کرسکوں گا، لیکن اس صورت میں جب ان ناولوں کا استقبال بھی خاطر خواہ ہو۔ ان کے ساتھ ساتھ انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کے ناول بھی جاری و ساری رہیں گے۔ ان شاء اللہ۔

اشتیاق احمد

## ترتیب





# دوسرا قتل

"ہیلو! شاکر کو ختم کر دو..... اسی وقت...؟"

"جی!!..... کیسے.....!"

"شاکر کو..... کیا تم بہرے ہو..... سنو، وہ اس وقت شیراز ہوٹل میں موجود ہے۔ اور انسپکٹر سرفراز بہت قریب سے اس کی نگرانی کر رہا ہے۔"

"کیا!!..... شیراز ہوٹل اور..... سر..... سر.....؟"

"کیوں..... کیا ڈر گئے سرفراز سے" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ج..... جی..... نہیں.....!"

ساگر کی آواز تھرا اٹھی۔ ..... دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ ریسیور کریڈل میں ڈال کر وہ کرسی میں بے دم سا ہو کر گر پڑا۔ وہ اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے سیکڑوں میل کا سفر دوڑ کر طے کیا ہو۔

"کیا ہوا ساگر..... کون تھا فون پر؟" کمرے میں موجود زینی اور نفوس میں

سے ایک نے کہا۔

"یہ ناممکن ہے" ساگر کی آنکھوں سے خوف مترشح تھا۔

"کیا ناممکن ہے۔۔۔۔ کون تھا فون پر!" اس کے تینوں ساتھی متعجب تھے۔

"باس!۔۔۔۔۔ اس نے کہا ہے کہ استاد کو ختم کر دیا جائے۔"

"استاد کو!۔۔۔۔۔ مگر کیوں۔۔۔۔"

"خدا جانے کیوں" ساگر کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔

"تو اس میں اس قدر گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔۔ اسے ختم کرنا کیا مشکل ہے۔" ایک ساتھی نے اس کی ہمت بندھائی۔

"تم نہیں سمجھتے۔۔۔ وہ اس وقت شیراز ہوٹل میں ہے۔۔۔"

"اس صورت میں مشکلات پیش آسکتی ہیں۔۔۔۔ مگر یہ کام ناممکن پھر بھی نہیں۔"

"ہوں۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ مگر ایک اور بڑی مصیبت بھی ہمارے مقابل ہے" ساگر نے مردہ آواز میں کہا۔

"وہ کیا!"

"آؤ چلیں۔۔۔ تیمور۔۔۔۔ ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ افتخار اور ڈیوڈ تم بھی آؤ۔"

"مگر بات بھی تو معلوم ہو" ڈیوڈ نے بے چین ہو کر کہا۔

"تم آؤ تو!"

چاروں گھر سے نکل کر سڑک پر آگئے۔

"تم نے اس مصیبت کی طرف اشارہ نہیں کیا" افتخار نے پوچھا۔

"نہیں یہ کام ابھی اسی وقت انجام دینا ہے۔۔۔۔۔ اس وقت اس کے پیچھے ایک بہت خطرناک آدمی لگا ہوا ہے۔ غالباً باس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خطرناک آدمی اس سے مل نہ بیٹھے۔۔۔۔"

"آخر وہ ہے کون؟" تیمور کے لہجے میں اضطراب کی جھلک نمایاں تھی۔

یہ چاروں شریفانہ لباس میں تھے۔ مگر ان کے چہروں پر شرافت کا دُور دُور تک پتا نہیں تھا۔۔۔ البتہ سفاکی کا راج ضرور تھا۔ جسموں پر بہترین تراش کے سوٹ تھے۔

"تم نے بتایا نہیں۔۔۔ خاموش کیوں ہو گئے" ڈیوڈ بولا۔

"کیا بتاؤں۔۔۔۔ میرا خیال ہے کہ یہ کام تقریباً ناممکن ہی ہے۔۔۔۔ پھر بھی ہمیں کرنا ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ ہم شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالنے جا رہے ہیں۔۔۔۔ بھرے پُرے ہوٹل میں اس قسم کا اقدام موت کو آواز دینے کے مترادف ہے۔۔۔۔ اور پھر وہ۔۔۔۔"

"کون وہ۔۔۔۔ آخر تم ہمیں خوف زدہ کیوں کر رہے ہو۔ اس کا نام بتاؤ۔۔۔ کیا ہم اس شہر میں کسی سے ڈرتے ہیں" ایک ساتھی نے غضبناک آواز میں کہا۔

"یقیناً۔۔۔۔ ایک آدمی سے۔۔۔ صرف ایک سے!"

"کیا!۔۔۔ تت۔۔۔۔ تم۔۔۔۔ انسپکٹر۔۔۔۔ مرزا کے متعلق کہہ رہے ہو" تیمور کی آواز میں لرزش تھی۔

"ہاں!" ساگر کے منہ سے نکلا۔ پھر انہیں یوں لگا جیسے ان کے جسموں سے جان

نکل گئی ہو۔ ٹیکسی لمحہ بہ لمحہ شیراز ہوٹل [illegible]دیک ہوتی جا رہی تھی۔

٭ ٭ ٭

"میں کہتا ہوں گاڑی نکالو۔" انسپکٹر سرفراز نے جھلاّئے ہوئے انداز میں اپنے اسسٹنٹ سارجنٹ فاضل سے کہا۔

"گاڑی میں سونے کی کیا تک ہے۔۔۔۔ اندر آرام دہ بستر موجود ہیں۔" فاضل گنگنایا۔

"عجیب احمق ہو۔۔۔ کیا میں گاڑی سونے کے لیے نکلوا رہا ہوں۔" سرفراز کی جھلاّہٹ میں اضافہ ہو رہا تھا۔

"تو اس وقت۔۔۔۔ رات کے نو بجے کیا کرنے کا ارادہ ہے۔" فاضل کے چہرے پر ایک دل کش مسکراہٹ تھی۔

"بس ذرا شیراز ہوٹل تک چلیں گے۔"

"میں جانتا ہوں۔۔۔۔ آج وہاں ایک اطالوی رقاصہ کا پروگرام ہے۔۔۔ مگر حیرت ہے آپ کو اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"تنگ نہ کرو فاضل۔۔۔۔۔ کہیں ہم کفِ افسوس نہ ملتے رہ جائیں۔"

"صرف آپ۔۔۔۔ میں نہیں۔" فاضل یہ کہتے وقت مسکرا دیا۔

"اچھا تو میں خود ہی نکال لاتا ہوں۔" انسپکٹر سرفراز غصے کے عالم میں گیراج کی طرف بڑھا۔



"ارے! آپ تو سچ مچ ناراض ہو گئے۔" فاضل دوڑتا ہوا سرفراز سے آگے نکل گیا، اور سرفراز کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ رینگ گئی۔ فاضل نے گاڑی نکال لانے میں حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا۔

"اطالوی رقاصہ بہت خوبصورت ہے، میں آپ کے انتخاب کی داد دیتا ہوں۔" فاضل ونڈ سکرین پر نظریں جمائے ہوئے بولا۔

"خاموش نہیں رہو گے۔" سرفراز نے جھنجھلا کر کہا۔

"پھر آپ بور ہو جائیں گے، اور کہیں گے۔۔۔۔۔ کیا بات ہے آج چپ چپ ہو۔" فاضل نے منہ بنا کر اس کی نقل اتاری۔

"نہیں بور نہیں ہوں گا۔۔۔۔ میں اس وقت کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔"

"گاڑی میں؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیوں۔۔۔۔ کیا گاڑی میں نہیں سوچا جا سکتا۔"

"ہم۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔ گاڑی کے دھچکے آپ کی سوچ کو ڈگمگا نہیں دیں گے۔"

"مت بور کرو بھائی۔۔۔۔" سرفراز نے بمشکل ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

"آپ نے بتایا نہیں۔۔۔۔۔۔ آج شیراز ہوٹل کی کیوں سوجھ گئی۔"

"خاموش بیٹھو۔ ورنہ نیچے دھکا دے دوں گا۔"

"سٹیئرنگ میرے ہاتھ میں ہے۔" فاضل نے دھمکی دینے کے انداز میں کہا۔

"اف! خدایا۔۔۔۔ کس سے واسطہ پڑ گیا ہے۔"

"فاضل سے۔۔۔۔ جو محلّے کی ناک کہلاتا ہے۔"

"ناک کا بال کہو۔"

"لاحول ولا۔ ۔ ۔ ۔ آپ میری انسلٹ کر رہے ہیں۔"

"اگر خاموش نہ بیٹھے تو اس سے بھی زیادہ انسلٹ کروں گا۔"

"باپ رے! اب تو خاموش ہونا ہی پڑے گا۔ لیجیے۔ ۔ ۔ ۔ میں خاموش ہو جاتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک آپ نہیں کہیں گے۔ ۔ ۔ منہ نہیں کھولوں گا۔ ۔ ۔ ۔ خواہ آپ ایک سال تک۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"یہ تم خاموش ہوتے ہو۔"

"سوری!" فاضل نے ہونٹ مضبوطی سے بند کر لیے۔

"آج تم دوپہر کے وقت کہاں چلے گئے تھے۔ ۔ ۔ میں نے کتنی بار منع کیا ہے کہ دفتر کے اوقات میں کہیں نہ جایا کرو۔"

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔" فاضل خاموش رہا۔

"بتاؤ۔ ۔ ۔ کہاں گئے تھے۔" فاضل اب بھی نہ بولا۔

"تم بولتے ہو یا میں تمہاری گردن دبوچ لوں۔" سرفراز کا لہجہ تیز ہو گیا۔

"بڑی مصیبت ہے۔ بولتا ہوں تو کہتے ہیں خاموش رہو۔ خاموش ہو جاتا ہوں تو کہتے ہیں بولو۔"

"میں نے کیا کہا تھا۔"

"سب انسپکٹر اختر کے ساتھ کینٹین تک گیا تھا۔" فاضل نے کمال بے نیازی سے کہا۔

"اچھا!۔ ۔ ۔ مس روزی نے اپنا نام اختر رکھ لیا ہے۔" سرفراز متحیر انداز میں بولا۔

"ارے باپ رے۔ ۔ ۔ آپ کو پتا چل گیا۔"



"میں سب جانتا ہوں۔"

"ہا۔ ۔ ۔ ۔ روزی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کتنی مٹھاس ہے اس نام میں۔" فاضل نے چٹخارہ لیا۔

"آ گئے اوقات پر!"

"آبائی پیشہ ہے۔"

"بڑے بے شرم ہو۔ ارے۔ ۔ ۔ ارے۔ ۔ ۔ بچاؤ۔ ۔ ۔ سامنے دیکھو۔" سرفراز یکایک چلا اٹھا۔

ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا۔ فاضل کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ بڑی مشکل سے اس نے کار پر قابو پایا۔

"بڑے بزدل ہو۔ معمولی سی سچوایشن سے گھبرا گئے۔" سرفراز نے لقمہ دیا۔

"میرا باپ مجھ سے بھی بڑا بزدل تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اندھیری رات میں گھر سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ خواہ کتنا ہی ضروری کام پڑ جاتا۔ ایک رات میں اچانک بیمار پڑ گیا۔ والدہ نے کہا کہ جا کر ڈاکٹر کو لے آئیں۔ رات اندھیری تھی اور شہر کا الیکٹرک سسٹم فیل ہو گیا تھا۔ لہٰذا انھوں نے کہا کہ میں اس قدر اندھیرے میں کیسے جا سکتا ہوں۔ والدہ کو سخت غصہ آیا۔ لگیں طعنے دینے۔ مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ اور رینگتی بھی کیسے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سر سے گنجے تھے۔ ۔ ۔ ۔ لہٰذا والدہ کو جستجو ہوئی ایک جوں کی۔ ۔ ۔ ۔"

"کہاں کی ہانکنے لگے۔" سرفراز نے ٹوکا۔

"اوہ! سوری۔ ۔ ۔ ذرا زبان پھسل گئی تھی۔"

"کسی دن خود نہ پھسل جانا۔"

"پروا نہیں...... آپ سنبھال ہی لیں گے" فاضل نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"خاموش رہو۔ ہم شیراز ہوٹل کے نزدیک پہنچ گئے ہیں"

"تو کیا شیراز ہوٹل کی حدود میں بولنا منع ہے... کیا یہاں اس قسم کا کوئی بورڈ لگا ہوا ہے"

"باز نہیں آؤ گے"

"لیجیے... آ گیا" ساتھ ہی اس نے بریک لگائے۔

شیراز ہوٹل کی عظیم الشان بلڈنگ رنگ برنگے قمقموں میں گھری جگمگ جگمگ کر رہی تھی۔ انہوں نے کار پارکنگ شیڈ میں کھڑی کی، اور دونوں اندر داخل ہوئے۔ ہوٹل کی رونق جولانی پر تھی... پورے ہال میں کوئی میز خالی نہیں تھی۔

"لیجیے..... یہاں کھڑے ہو کر رقص ملاحظہ فرمانا پڑے گا"

"آؤ میرے ساتھ" سرفراز منیجر کے کمرے کی طرف بڑھا اور بے دھڑک اندر گھس گیا

"انسپکٹر صاحب!... آداب عرض... تسلیمات.... آئیے آئیے تشریف رکھیے" منیجر تعظیماً اٹھتا ہوا بولا... اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار طاری ہو گئے تھے کیونکہ انسپکٹر سرفراز کا ہوٹل میں داخل ہونا اس کے لیے ہمیشہ مصیبت لایا تھا۔

"ہم یہاں بیٹھنے کے لیے نہیں..... بلکہ ہال میں بیٹھنے کے لیے آئے ہیں"

"ہال میں..... لیکن.... مگر..... منیجر ہکلایا۔

"ہال میں کوئی سیٹ خالی نہیں ہے" فاضل نے اس کا جملہ مکمل کیا۔

"جی..... جی.... ہاں"



"تمہارا ہوٹل کھنڈر میں تبدیل ہو جائے گا" فاضل نے گویا پیشین گوئی کی۔

"ہم.... مگر... جناب.... اس میں میرا کیا قصور...... آپ نے فون کر دیا ہوتا"

"کیا کسی سیٹھ ہارون بھائی کے لیے سیٹ مخصوص ہے" سرفراز نے پوچھا۔

"جی ہاں"

"میز نمبر"

"اٹھارہ.... لیکن..... یہ کیوں پوچھ رہے ہیں آپ"

"ٹھیک ہے... ہم اسی سیٹ پر بیٹھیں گے"

"اور سیٹھ صاحب آئیں گے تو..."

"وہ نہیں آئیں گے... کیونکہ آ چکے ہیں"

"جی.... کیا مطلب" منیجر ہکا بکا سرفراز کو دیکھنے لگا۔

"کچھ نہیں.... آؤ فاضل" سرفراز نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ "ٹاٹا" فاضل نے منیجر کی طرف ہاتھ لہرا کر کہا اور نکل آیا۔ دونوں میز نمبر اٹھارہ پر بیٹھ گئے۔

"اب فرمائیے... رقص میں تو ابھی آدھ گھنٹہ باقی ہے"

"میں رقص دیکھنے نہیں آیا"

"پھر......"

"کچھ دن پہلے ایک قتل ہوا تھا"

"مجھے یاد ہے... شہر کے سب سے بڑے [illegible] بھی [illegible] بھونے کی چیز ہے... اس کی تجوری خالی پائی گئی تھی"

"ہاں! ابھی تک ہمیں اس کے قاتل یا قاتلوں کا پتا نہیں چل سکا۔"

"تو کیا شیراز ہوٹل ......"

"ہاں۔ موقعٔ واردات پر موجود لوگوں میں سے ایک اس وقت یہاں موجود ہے۔ ہم اس کے بالکل قریب بیٹھے ہیں۔ اس کی انگلیوں کے نشانات تجوری کے ہینڈل پر ملے تھے جو ریکارڈ روم میں موجود سزا یافتہ لوگوں کی انگلیوں کے نشانات سے ملائے گئے۔ اور نتیجے کے طور پر ہم یہاں موجود ہیں۔"

"کون ہے وہ ..... کس میز پر .....!" فاضل بے چین ہو گیا ... مضطربانہ انداز میں اس نے چاروں طرف دیکھا۔

"یہاں سے بائیں ہاتھ پر ... تیسری میز .... نام شاکر ہے۔"

"اوہ! .... یہ ..... یہ تو شناسا چہرہ ہے۔" فاضل نے اس سمت میں دیکھا۔ شاکر پیگ پر پیگ چڑھا رہا تھا۔

"ہاں ... سنہ [illegible] کی سب سے بڑی ڈکیتی میں اسی کا ہاتھ تھا۔ وہ تین بار کا سزا یافتہ ہے۔"

"تو پھر آپ کیا سوچ رہے ہیں۔ اب تک یہ آزاد کیوں ہے۔" فاضل کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں آج اس سے دو باتیں کرنے پر اکتفا کروں گا .... میرا خیال ہے ... اس قتل کا محرک کوئی اور ہے .... یہ اس کا آلۂ کار رہا ہو گا .... لہٰذا ہم اسے چارے کے طور پر استعمال کریں گے۔"

"پروگرام شروع ہونے میں صرف پندرہ منٹ باقی ہیں .... اب آپ اپنی دو



باتیں کر ہی ڈالیے ...."

"ہاں ٹھیک ہے ....." سرفراز کافی کی پیالی ختم کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا میں بھی چلوں!"

"جی نہیں .... آپ یہیں تشریف رکھیے۔"

سرفراز اٹھا اور شاکر کی میز کی طرف چل پڑا۔

⁂ ⁂ ⁂

ان کی ٹیکسی شیراز ہوٹل کے سامنے رکی۔ ساگر نے دس دس کے دو نوٹ نکالے اور ڈرائیور کو دیتے ہوئے کہا۔

"ہم دس پندرہ منٹ تک واپس آجائیں گے۔ اگر تم نے ہمارا انتظار کیا تو اتنے ہی اور پاؤ گے۔"

"بہت بہتر جناب!" ڈرائیور نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ چاروں دروازے کی طرف بڑھے۔ مگر جونہی ان کے قدم اندر کی طرف اٹھے ..... وہ ٹھٹک گئے۔ ششدر رہ گئے۔ انہوں نے دیکھا۔ انسپکٹر سرفراز اپنی میز سے اٹھ رہا ہے ... ساتھ ہی ان کی نگاہ شاکر پر پڑی جو انسپکٹر سرفراز سے بے خبر کلاس ہوٹل سے نکلنے لگا تھا۔

"اوہ! ..... ہم بہت نازک مرحلے پر یہاں پہنچے .... اب .... اب کیا ہو سکتا ہے .... تم لوگ باہر جاؤ ... فوراً ... ٹیکسی میں بیٹھو ... میں ابھی آتا ہوں۔"

"تینوں مڑے اور ہوٹل کے دروازے سے باہر نکل آئے۔ ساگر کے لیے یہ لمحات روح فرسا تھے...... ایک سیکنڈ کے اندر اندر اس نے ہولناک فیصلہ کیا۔ پتلون کی جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کی نال سیدھی ہو گئی اور جونہی انسپکٹر سرفراز شاکر کے نزدیک پہنچا۔ اس نے ٹریگر دبا دیا۔ ساتھ ہی وہ مڑا اور باہر نکل گیا۔

ریوالور میں سائیلنسر فٹ تھا اس لیے فوری طور پر کوئی اندازہ نہ لگا سکا کہ کیا ہوا۔ البتہ سرفراز فوراً ہی تاڑ گیا۔ اسے سمت کا اندازہ لگانے میں بھی دیر نہ لگی۔ وہ چلایا۔

"فاضل..... میں قاتلوں کے پیچھے جا رہا ہوں..... تم یہاں کا انتظام سنبھالو"

"کیا ہوا..... کیا ہوا!" بیک وقت بہت سی آوازیں ہال میں گونج اٹھیں اور لوگ کرسیوں سے اٹھ کر شاکر کی طرف دوڑ پڑے جو کرسی سے ڈھلک کر فرش پر گر چکا تھا۔ سرفراز دوڑتا ہوا ہال سے باہر نکل آیا۔ پل بھر کو اس نے چاروں طرف دیکھا..... دور دور تک کسی بھاگتے ہوئے آدمی یا برق رفتاری سے جاتی ہوئی کار کا نام و نشان تک نہ تھا تاہم سرفراز کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ قاتل کس سڑک سے فرار ہوا ہے۔ اس نے اضطراری کیفیت میں اپنی گاڑی پارک سے نکالی اور فل سپیڈ پر چھوڑ دی۔

✣ ✣ ✣

سرفراز کی کار سڑک سے کئی کئی فٹ اونچی اچھل رہی تھی۔ شہری حدود میں اتنی تیز ڈرائیونگ موت کا سرٹیفیکیٹ حاصل کرنے کے مترادف ہے لیکن وہ سرفراز تھا..... اپنے وقت کا عجیب ترین آدمی، جس کی نظر میں موت کی اہمیت نہیں تھی۔ اس نے تو



موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانا سیکھا تھا۔ اس کی کار شہر کی حدود سے باہر نکل چکی تھی۔ اچانک اسے بریک لگانے پڑے۔ سڑک کے کنارے ایک کار کھڑی تھی جس کا رخ شہر کی جانب تھا۔ کار سے پشت لگائے ایک آدمی بھی کھڑا تھا۔ اس نے سرفراز کو رکنے کا اشارہ کیا تھا۔

"خبردار! اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا....." سرفراز گاڑی سے اترتے ہوئے بولا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور بھی تھا۔

"یہ بھی ایک ہی رہی..... پہلے ہی کیا کم مصیبت میں ہوں کہ تم بھی لوٹنے آ پہنچے۔"

"خاموش رہو..... میں تمہاری اور تمہاری کار کی تلاشی لوں گا۔"

"لیکن کس خوشی میں؟" وہ شخص مسکرایا۔ سرفراز اب اس کے نزدیک آ چکا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر چونکا۔

"ارے آپ..... آپ داؤد خاں ہیں نا..... مشہور سماجی کارکن!"

"جی خوب پہچانا..... مگر تم کون ہو..... اور مجھے ہاتھ اٹھانے کا حکم کس سلسلے میں دے رہے تھے؟"

"کیا یہاں سے کوئی کار بہت ہی زیادہ تیز رفتاری سے گزری ہے؟"

"ہاں..... ایک کار گزری تو ہے..... غالباً ٹیکسی تھی..... میں اندھیرے میں اچھی طرح دیکھ نہیں سکا۔ میں نے اسے بھی رکنے کا اشارہ کیا تھا..... لیکن آدمی کا جذبہ ہمدردی دم توڑ چکا ہے۔ میری کار کا ایک ٹائر پنکچر ہو گیا ہے۔"

"اوہ..... تب تو بہت برا ہوا۔"

"ہاں برا تو تیز ہوا ہی ہے..... مجھے ٹائر بدلنا نہیں آتا۔"

"میں نے یہ جملہ آپ کے لیے نہیں کہا تھا۔۔۔۔ دراصل میں چند قاتلوں کا تعاقب کر رہا تھا۔۔۔ آپ کو قاتل سمجھ کر ٹھہر گیا۔۔۔ اور اب۔۔۔ اب تو وہ شاید ہی پکڑے جا سکیں۔۔۔ لیکن۔۔۔ خیر میں کوشش ضرور کروں گا۔۔۔ فی الحال میں آپ کی مدد کرنے سے قاصر ہوں۔۔۔ البتہ واپسی پر ضرور آپ کی مدد کروں گا۔۔"

"مگر تم ہو کون؟۔۔۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"مجھے سرفراز کہتے ہیں۔" سرفراز یہ کہتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"اوہ! آپ۔۔۔ آپ تو بہت مشہور آدمی ہیں۔۔۔ مجھے بے حد افسوس ہے آپ کو میری وجہ سے شاید ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے۔۔۔ کیا آپ مجھے معاف نہیں کریں گے۔"

"اس میں آپ کا کیا قصور۔۔۔ اچھا جناب۔۔۔ ابھی میں ہمت نہیں ہارا۔۔۔ ہو سکتا ہے میں قاتل کو پا ہی لوں۔"

داؤد خاں نے اس سے ہاتھ ملایا اور سرفراز نے ایک بار پھر گاڑی فل سپیڈ پر چھوڑ دی۔

❖ ❖ ❖

"ہیلو!۔۔۔ ساگر۔۔۔ کیا رہا؟" پراسرار آواز نے ساگر کے کانوں میں جھنجھناہٹ پیدا کر دی۔

"کامیابی باس۔۔۔ جب ہم ہوٹل پہنچے۔۔۔"



"میں جانتا ہوں۔۔۔ میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ انسپکٹر سرفراز جو تمہارے تعاقب میں تھا اس کا کیا بنا؟"

"وہ ہماری دھول کو بھی نہیں پہنچ سکا باس۔"

"گڈ!۔۔۔ تم چاروں انعام کے مستحق ہو۔۔۔ ساگر تم اسی وقت میرے پاس چلے آؤ۔۔۔ صرف تم۔۔۔ ان تینوں کو لانے کی ضرورت نہیں۔"

"بہت بہتر باس۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے پر ساگر نے فون کا ریسیور رکھ دیا۔

"کیا کہہ رہا تھا باس؟" ڈیوڈ نے پوچھا۔ تینوں کے چہروں پر اضطراب تھا۔

"اس نے ہمیں انعام کا مستحق قرار دیا ہے۔۔۔ اور انعام حاصل کرنے کے لیے مجھے بلایا ہے۔" ساگر کا سینہ فخر سے تن گیا۔ آنکھوں میں زندگی کی چمک لہرائی۔

"کب؟" ان کے منہ سے ایک ساتھ مشینی انداز میں نکلا۔

"میں ابھی جا رہا ہوں۔" ساگر اٹھ کھڑا ہوا۔

"انعام برابر برابر تقسیم ہوگا نا؟" تیمور نے پوچھا۔

"ہاں ہاں۔۔۔ بالکل۔"

"تو پھر ہم میں سے بھی کسی کو ساتھ لے چلو۔"

"مگر باس نے صرف مجھے بلایا ہے۔۔۔ اور پھر اس نے سختی سے تاکید کی ہے کہ اس کی قیام گاہ سے کسی تیسرے آدمی کو واقف نہیں ہونا چاہیے۔"

"اب کسی دوسرے کو کہنا چاہیے۔۔۔ شاکر اس دنیا میں نہیں رہے۔" افتخار پُرافسوس لہجے میں بولا۔

"چلو یہی سہی..... وہاں صرف میں قدم رکھ سکتا ہوں... ہم اس کی مرضی کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے۔"

"اچھا خیر... تم چلے جاؤ۔"

ساگر اٹھا اور کمرے سے نکل گیا۔

"یہ زبردست ناانصافی ہے۔" تیمور غرّایا۔

"کیا مطلب؟" ڈیوڈ نے پوچھا۔

"خدا جانے باس انعام میں کتنی رقم دے..... ہو سکتا ہے ساگر رقم کا بڑا حصہ خود ہی ہڑپ کر جائے۔"

"اوہ! ہاں.... ہم سے زبردست غلطی ہوئی... ہمیں ساگر کا تعاقب کرنا چاہیے تھا... اور... پھر یہ، باس ہم پر اعتماد کیوں نہیں کرتا.... آخر ہم اس کی قیام گاہ سے واقف کیوں نہیں ہیں؟"

"اس لیے کہ اگر ہم پھنس جائیں تو اس کا نام و نشان نہ بتا سکیں..... ویسے وہ اپنی اصل شکل میں تو شاکر اور ساگر کے سامنے بھی نہیں آیا۔"

"ہوں..... دیکھو کیا انعام ملتا ہے۔"

* * *

صبح کے اخباروں میں انسپکٹر سرفراز کی ناکامی کی خبر بڑھا چڑھا بیان کی گئی تھی... بعض نے اس پر آوازے بھی کسے تھے.... صرف ایک اخبار "نئی صبح" نے صحیح خبر



شائع کی تھی۔ اس اخبار نے مشہور سماجی کارکن داؤد خاں کی کار میں اچانک خرابی کے متعلق لکھتے ہوئے سرفراز کو بالکل بے قصور قرار دیا تھا، اور ساتھ ہی داؤد خاں کا بیان بھی شائع کیا تھا۔

"اب آپ کیا کریں گے.... بہتر ہے یہ پیشہ چھوڑ کر کوئی اور ذریعہ معاش اختیار کر لیں... اب مجرموں کو گرفتار کرنا آپ کے بس میں نہیں رہا۔" فاضل صبح سے ہی اس کا مذاق اڑانے پر تلا ہوا تھا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔" سرفراز بھرپور مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے بولا۔

"سوچ رہے ہیں نا۔" فاضل چہکا۔ "دیکھیے نا..... مجرم آپ کو چوٹ پر چوٹ دے رہا ہے.... سیٹھ انور عارف کا قتل ہوا.... آپ ہاتھ ملتے رہ گئے.... انگلیوں کے نشان سے آپ شاکر تک پہنچے..... وہ بے چارہ بھی دوسری دنیا میں پہنچ گیا... اب آپ کیا کریں گے، مجرم تو ایک بار پھر ہوا میں تحلیل ہو گئے ہیں۔"

"کچھ تم بھی بتاؤ... تنخواہ تم بھی تو لیتے ہو۔"

"میں.... میں تو یہ مسئلہ چٹکیوں میں حل کر سکتا ہوں.... مگر آپ میری مانتے ہی کب ہیں۔"

"جی فرمایئے۔" سرفراز طنزیہ انداز میں بولا۔

"انور عارف کے بھتیجے کو پکڑ لیں... سیٹھ لاولد مرا ہے... اور اب ساری جائداد کا مالک جاوید ہے... کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ قتل اسی نے کیا ہو؟"

"ہو کیوں نہیں سکتا... مگر پھر ہم اس کی تجوری کو کس کھاتے میں فٹ کریں گے جو خالی پائی گئی ہے۔ جاوید کو تجوری لوٹنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"جی نہیں۔۔۔ یہ میری آخری سچی محبت ہے۔۔۔ اگر مجھے رفعت نہ ملی تو میں جیتے جی مر جاؤں گا۔۔۔ گولی کھالوں گا۔۔۔ مٹھائی کی نہیں۔۔۔ پستول کی۔۔۔ یا پھر۔۔۔ کار وغیرہ کی چھت سے چھلانگ لگا دوں گا۔"

"کار کی چھت سے۔۔۔" سرفراز کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں۔۔۔ کار کی چھت سے چھلانگ لگانے میں زیادہ تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی۔"

"مگر اس طرح تو تم زندہ سلامت رہو گے۔"

"تو کیا ہوا۔۔۔ خودکشی کی کوشش کی خبر تو شائع ہو جائے گی۔۔۔ اس طرح مہ جبیں مس رفعت بیگم دوڑی آئیں گی۔"

"تو یہ سچی محبت کیسے ہو گئی۔"

"آج کل کے ماڈرن دور میں سچی محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔"

"ختم کرو یار۔۔۔ میں تنگ آ گیا ہوں تمہاری حرکتوں سے۔۔۔ تم ضرور کسی دن کسی لڑکی کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جاؤ گے۔۔۔ کوئی مجرم تمہاری اس کمزوری سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔"

"تو آپ بھی نہیں بچیں گے۔"

"کیوں۔۔۔ مجھے تو لڑکیوں سے دلچسپی ہی نہیں ہے۔"

"مجھے بچانے کی خاطر آپ بھی مجرم کے چنگل میں پھنس جائیں گے۔"

"اچھا بس ختم کرو۔۔۔ ہم شام کو نور عارف چیمہ چل رہے ہیں۔"

"صرف آپ۔۔۔ اگر مجھے ساتھ لے جانا ہے تو اس وقت چلیے۔۔۔ یا پھر کل۔"

"ہوں۔۔۔ تو تم "ذیشان" ضرور جاؤ گے۔"



"یہ تو بہت معمولی بات ہے۔۔۔ ایسا اس نے اسی لیے تو کیا ہے کہ ہمارا خیال اس کی طرف نہ جائے۔"

"خیر اسے بھی دیکھیں گے۔"

"میں کہتا ہوں آپ اسی وقت کیوں نہیں دیکھتے۔"

"اوہو۔۔۔ بہت دلچسپی لے رہے ہو اس کیس میں۔۔۔ کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں ذرا سردی بڑھ گئی ہے۔۔۔ خون گرمانا چاہتا ہوں۔" فاضل کے چہرے پر ایک شوخ مسکراہٹ تھی۔

"خیر خیر۔ اس کیس میں خون گرمانے کے بہت سے مواقع آئیں گے۔"

"کیا مطلب!"

"مجرم بہت ہی تجربہ کار ہے۔۔۔ تر لقمہ نہیں جو آسانی سے نگلا جا سکے گا۔"

"تو ہم اُسے خوب چبا چبا کر کھائیں گے۔ پھر کب چل رہے ہیں۔ آپ جاوید سے ملنے۔"

"آج شام۔۔۔"

"شام کو تو میں نہیں جا سکوں گا۔"

"کیوں!"

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ آج "ذیشان" میں رفعت سلطانہ سے وقت مقرر ہو چکا ہے۔

"یہ کون صاحبہ ہیں۔"

"یہ تو میں نہیں جانتا۔۔۔ البتہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مجھے اس سے سچی محبت ہو گئی ہے۔"

"وہ تو تمہیں ہر لڑکی سے ہو جاتی ہے۔"

"ہاں۔"

"میں تمہاری تفریح برباد کردوں گا۔"

"خدا کے لیے ایسا نہ کیجیے گا!"

"تم دیکھنا تو سہی!"

"دیکھیے میں التجا کرتا ہوں۔۔۔!"

"تو پھر اپنا پروگرام کینسل کردو!"

"اب یہ کیسے ہو سکتا ہے!"

"تو تم روؤ گے!"

"یا اللہ! رحم کر میرے حال پر!"



# موت جھپٹتی ہے

ساگر اپنے باس کی قیام گاہ کے دروازے پر پہنچا۔ اس کا چہرہ مسرت سے سرشار، زندگی سے بھرپور چمک سے مالا مال تھا۔ اس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ بٹن دبانے کی دیر تھی، دروازہ خود بخود کھل گیا۔ یہ اس کے لیے پہلا موقع نہیں تھا کہ وہ چونکتا یا متحیر رہ جاتا۔ وہ اپنے باس کی حیرت انگیز صلاحیتوں سے بڑی حد تک واقف ہو چکا تھا۔ گو شاکر اس معاملے میں اس سے دو ہاتھ آگے تھا۔

وہ بے دھڑک اندر گھستا چلا گیا۔۔۔۔ ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ کر اس نے انگلی سے تین بار دروازہ کھٹکھٹایا۔۔۔۔ ایک بھرائی ہوئی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"آجاؤ!"

اس آواز میں رعب تھا۔ دبدبہ تھا۔ ساگر ایک لمحے کے لیے تھرا اٹھا۔ پھر حواس مجتمع کر کے اندر داخل ہوا۔ اس کے سامنے اس کا باس موجود تھا۔ یہ ایک طویل القامت آدمی تھا۔ چہرہ سیاہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔

"میں بہت خوش ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ بہت خوش ۔ ۔ ۔ ۔ تم نے عین موقع پر شاکر کا کام
تمام کر کے میرا کام آسان کر دیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ میں تمہیں بہت بڑے انعام سے نوازوں گا
اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ سرفراز تمہاری گرد کو بھی نہ چھو سکا ۔ میرا خیال تھا کہ
تمہیں پکڑنے میں کامیاب ہو جائے گا ۔"

"سر ۔ ۔ ۔ وہ ۔ ۔ ۔"

"ہاں ! میں جانتا ہوں ۔ میں نے اخبار میں پڑھ لیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ داؤد خاں کی وجہ سے
ہی اسے ناکامی ہوئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ تمہاری قسمت اچھی تھی ۔ خیر ۔ ۔ ۔ ۔ اب بہت زیادہ محتاط
رہنے کی ضرورت ہے ۔ ۔ ۔ ۔ سرفراز کتے کی طرح بو سونگھتا پھر رہا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور تم ۔ ۔
تم میری قیام گاہ سے واقف ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ایک سوال کا جواب دھیان سے دو ۔"

"جی ۔ ۔ ۔ فرمائیے ۔"

"اگر کسی دن تم اس کے ہتھے چڑھ گئے تو وہ تم سے یہ ضرور پوچھے گا کہ تم کس کے لیے
کام کر رہے ہو ۔"

"پوچھتا ہے باس ۔ ۔ ۔ میں آپ کا نام جانتا ہی نہیں ۔"

"شاباش ۔ ۔ ۔ لیکن وہ میری رہائش کے متعلق پوچھ بیٹھا تو تمہارا جواب کیا ہوگا؟"

"یہی کہ مجھے نہیں معلوم ۔ ۔ ۔ احکامات فون پر موصول ہوتے ہیں ۔"

"گڈ ! مگر سرفراز میں ایک بہت بری عادت ہے ۔ ۔ ۔ ۔ وہ یہ کہ سچ اگلوانے میں
اپنا جواب نہیں رکھتا ۔ ظالم ایسے حیرت انگیز طریقے اختیار کرتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے ۔
اور مجرم فرفر بولنے لگتا ہے ۔" باس کا لہجہ پراسرار تھا ۔

"میں ان میں سے نہیں ہوں ۔ ۔ ۔ جو فرفر بولنے لگتے ہیں ۔"



"تم سرفراز کے طریقوں سے ناواقف ہو ۔"

"پھر ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ۔"

"کچھ نہیں ۔ ۔ ۔ بس تمہیں انعام دے کر رخصت کر دوں گا ۔ ۔ ۔ ہاں آج تمہاری
ایک دیرینہ خواہش بھی پوری کر دوں گا ۔"

"جی ۔ ۔ ۔ ۔ کیا مطلب !"

"یہی کہ تمہیں آج اپنی اصل شکل دکھاؤں گا ۔"

"اوہ !" ساگر کا چہرہ سرخ ہو گیا ۔

دوسرے ہی لمحے ساگر کے باس نے اپنا نقاب نوچ پھینکا ۔ ساگر کے منہ سے حیرت
میں لپٹی ایک دبی دبی سی چیخ نکلی ۔

"اوہ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ ۔ ۔ ۔ آپ ۔ ۔ ۔ یعنی کہ ۔ ۔ ۔"

"ہاں ! میں ۔ ۔ ۔" وہ اپنا نقاب پھر درست کر چکا تھا ۔

"لیکن آپ کی قیام گاہ تو ۔ ۔ ۔"

"ٹھیک ہے ۔ ۔ ۔ ۔ یہ میرا اپنا مکان نہیں ہے ۔ ۔ ۔ اس چکر میں نہ پڑو ۔ ۔ ۔ ۔ اب
تم میرے دو رازوں سے واقف ہو گئے ہو ۔ ۔ ۔ اس لیے ۔ ۔ ۔ اس لیے ۔ ۔ ۔ اس لیے ۔ ۔"

ساگر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ۔ باس کی آنکھیں یکایک خون اگلنے لگی تھیں ۔ اس
کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا ۔ ساگر کپکپا اٹھا ۔

"اس سے بڑا انعام اور کیا ہو سکتا ہے ۔ ۔ ۔ کہ میں تمہیں زندگی کے دکھوں سے
آزاد کر رہا ہوں ۔ ۔ ۔ اب تمہیں زندہ رہنے کے لیے کچھ نہیں کرنا پڑے گا ۔" وہ ساگر
کی طرف بڑھا ۔

"بب..... بپ... باس..."

"تمہیں بالکل تکلیف نہیں ہوگی ساگر... تم نے میرے لیے بہت سے کارنامے انجام دیے ہیں.... میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا... تم نہایت اطمینان سے موت کی آغوش میں چلے جاؤ گے. اور اس وقت.... تم کہو گے.... میرا باس کتنا عظیم ہے. اپنے آدمیوں کا کتنا خیال ہے اُسے...."

"ب.... باس.... یہ تم کیا کہہ رہے ہو.... آخر میں نے کیا کیا ہے... مجھ سے کون سی خطا سرزد ہوئی ہے.... باس... کم از کم یہ تو سوچو..."

"میں سوچ چکا ہوں.... ساگر... تمہاری موت میرے لیے زندگی کا پیغام لے کر آئے گی.... ورنہ انسپکٹر سرفراز تم تک پہنچا ہی چاہتا ہے..."

"خدا کے لیے باس..."

وہ برابر ساگر کے نزدیک ہوتا جا رہا تھا. اس کے ہاتھ اٹھے ہوئے تھے... ہاتھ جو دستانوں میں محصور تھے. اس کے ہاتھ ساگر کے گلے کے نزدیک پہنچے ہی تھے کہ ساگر تڑپ کر پیچھے ہٹ گیا اور کمرے کے دوسرے سرے پر چلا گیا.... اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا.

"ہاہاہا..." اس کے باس کا قہقہہ بہت طویل تھا.

"اچھا باس.... مرنا ہی ہے تو پھر زندگی کے لیے جدوجہد کرتے ہوئے کیوں نہ مروں میں تم سے دو دو ہاتھ کروں گا.... باس میرا نام ساگر ہے."

"بہت خوب.... یہ ہمت.... ہماری بلی اور ہمیں ہی میاؤں.... آؤ... زندگی کے لیے آخری کوشش کر کے دیکھ ہی..."



اچانک ساگر نے جیب سے ریوالور نکال لیا. اس کے باس کے الفاظ کا گلا گھٹ کر رہ گیا.

❖ ❖ ❖

سرفراز نے فاضل کو وارننگ دی تھی کہ اگر وہ ہوٹل "ذیشان" گیا تو اسے سر پکڑ کر رونا پڑے گا. اس کے باوجود وہ سرِ شام ہی گھر سے نکل کھڑا ہوا تھا اور اس وقت وہ مس رفعت کے ساتھ بیٹھا گپیں ہانک رہا تھا.

"آپ نے اب تک اپنا نام نہیں بتایا" رفعت نے اپنی گول مٹول آنکھیں گھماتے ہوئے کہا. یہ اٹھارہ اُنیس سالہ لڑکی دلکش نقوش کی حامل تھی. مسکراتے وقت اس کے گالوں میں خفیف سے گڑھے پڑ جاتے تھے.... فاضل کا جی چاہتا کہ وہ ان میں غرق ہو جائے. ان کی ملاقات اسی ہوٹل میں چند دن پہلے اتفاقیہ ہوئی تھی.

"میرا نام... شکور احمد مغفور ہے."

"یہ کیسا نام ہوا.... دیکھنے میں تو آپ بہت سمارٹ لگتے ہیں..."

"جب میں پیدا ہوا تھا، تو اتنا سمارٹ نہیں تھا... اسی لیے قبلہ والد صاحب نے اس نام سے سرفراز فرما ڈالا."

"نہیں آپ مذاق کرتے ہیں.... کچھ اور نام ہوگا."

"تو جو آپ کا دل چاہتا ہے کہہ لیں.... ویسے بندے کا نام شکور احمد مغفور ہی ہے."

"خیر... آپ کرتے کیا ہیں؟"

"دن رات آہیں بھرا کرتا ہوں۔"

"جی!..... میں سمجھی نہیں۔"

"جی ہاں... آج کل آہوں کی رفتار میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔"

"میرا مطلب تھا آپ کیا کام کرتے ہیں۔"

"میں بہت کام کرتا ہوں... صبح اٹھ کر ناشتہ کرتا ہوں.... دوپہر کو کھانا کھاتا ہوں.... اور اس وقت پھر بھوک چمک اٹھی ہے.... اے ویٹر...."

"یس سر!"

"کھانا لاؤ۔ مرغ لے آنا۔"

"آل رائٹ سر..." بیرا مودٔبانہ جھکا اور چلا گیا۔

"آپ عجیب آدمی ہیں.... میں آپ کے پیشے سے متعلق پوچھ رہی تھی۔"

"اوہ! آئی سی.... معاف کیجیے گا.... اس لحاظ سے میں ناکارہ ہوں۔"

"کیوں کیوں..."

"باپ نے لاکھوں کی جائیداد چھوڑی ہے... کوئی کام کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے.... ساری عمر کے لیے کافی ہے۔"

"آخر ایک دن وہ ختم ہو جائے گی.... پھر آپ کی بسر اوقات کیسے ہوگی۔"

"دولت کے ختم ہونے سے پہلے میری زندگی ختم ہو جائے گی۔" فاضل نے سرد آہ بھری۔

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"اس طرح کہ آج کل انسانوں کی اوسط عمر چالیس سال رہ گئی ہے..."

"مگر آپ کے بال بچوں کا کیا ہوگا۔"



"ان کا کیا ہو سکتا ہے.... ہیں ہی نہیں۔"

"اے! آپ غیر شادی شدہ ہیں۔"

"ہاں!.... مگر خدا کے لیے مجھ سے شادی کی درخواست نہ کر بیٹھیے گا..."

"کیوں... کیوں..."

"بس جس لڑکی نے بھی مجھ سے شادی کی درخواست کی وہ پھر کبھی مجھے نظر نہیں آئی۔"

"کیا مطلب.... کہاں چلی جاتی ہے وہ۔"

"آج تک معلوم ہی نہیں ہو سکا۔"

"آپ مذاق کر رہے ہیں۔" رفعت کے لہجے میں بے اعتباری کی جھلکیاں تھیں۔

اتنے میں ویٹر کھانا لے آیا۔ دونوں کھانے کی طرف متوجہ ہوئے ہی تھے کہ ایک آواز نے انہیں چونکا دیا۔

"معاف کیجیے گا.... میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔" ساتھ ہی نوجوان کرسی کھینچ کر بیٹھ بھی گیا۔ وہ بے حد خوبصورت تھا۔ اتنا کہ چند لمحوں کے لیے دونوں اس کی بدتمیزی کو فراموش کر کے اسے دیکھنے میں محو ہو گئے۔

"کیا مطلب!.... یعنی کہ.... ہال میں اور بھی بہت سی میزیں خالی ہیں۔ اور پھر یہ کس قدر ناشائستہ طریقہ ہے...." فاضل گڑبڑا گیا۔

"معاف کیجیے گا.... میرے پاؤں میں تکلیف ہے.... ہوٹل کے دروازے سے نزدیک یہی میز ہے۔"

"خیر کوئی بات نہیں...." رفعت بول پڑی۔ فاضل نے اسے عجیب طرح گھورا۔ مگر وہ نوواردجنبی کے نقوش میں کھو گئی تھی۔

"آپ رک کیوں گئے . . . . بے تکلفی سے کھائیے ."

"آپ بھی ہمارا ساتھ دیں تو مسرت ہو گی" رفعت کی آواز میں حلاوت تھی .

"جی . . . . بہت بہت شکریہ !" اتنا کہنے کے بعد اجنبی مربھکوں کی طرح کھانے پر ٹو
پڑا . فاضل آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہا تھا . . . . اس قدر ڈھیٹ آدمی سے زندگ
میں پہلی بار دوچار ہوا تھا . . . . رفعت بھی کھانا شروع کر چکی تھی . مگر فاضل جوں کا ت
بیٹھا تھا .

"آپ کے ساتھی بہت غصیلے اور چڑچڑے واقع ہوئے ہیں . . . . مجھے یہاں س
اٹھ جانا چاہیے ."

"نہیں . . . . نہیں . . . یہ نہیں ہو سکتا" رفعت جلدی سے بولی . فاضل خون کے
گھونٹ پی کر رہ گیا .

"کھائیے نا . . . آپ بھی" اجنبی بولا .

زہر کے گھونٹ بھرتے ہوئے فاضل بھی شریک ہو ہی گیا . کھانے سے فارغ ہوتے
ہی اجنبی بولا :

"کیا آپ میرے ساتھ بال روم تک چلنا پسند کریں گے ."

"جی ہاں . . . ضرور" رفعت کی آواز نشیلی تھی . . . . وہ مسرور سی لگ رہی تھی . یو
لگتا تھا جیسے اجنبی ہپناٹزم کا ماہر ہو . . . اور اس نے رفعت کو اپنے زیر اثر لے لیا ہو .
دونوں اٹھ کھڑے ہوئے . فاضل کا برا حال تھا . وہ کرسی پر پتھر کا بت بنا بیٹھا تھا

٭ ٭ ٭

باس کی نگاہیں ساگر کے ریوالور پر جمی تھیں . اس کے ہونٹ بھنچ گئے تھے .



ساگر نے اندھا دھند ٹائر جھونک مارا . . . . لیکن نشانہ خطا گیا . دوسرے ہی
لمحے کمرے میں ایک بھیانک قہقہہ گونجا .

"ہا ہا . . . چلو . . . اور کرو فائر"

فائر پھر ہوا باس اچھل کر ایک طرف ہو گیا . پھر ساگر کے ریوالور سے پے درپے
چار شعلے نکلے مگر نقاب پوش کے جسم پر خراش تک نہ آئی . وہ اچھل اچھل کر وار
بچا رہا تھا یا پھر ساگر ہی بدحواس ہو چکا تھا .

"اب . . . . اب کیا کہتے ہو" نقاب پوش ہنسا .

"کوئی بات نہیں . . . میں جسمانی طور پر بھی کمزور نہیں ہوں . . . . آج تک
میرا گھونسہ کوئی نہیں سہہ سکا"

"آؤ . . . آؤ . . . تمہارے دل میں کوئی حسرت رہ نہ جائے"

لیکن ساگر آگے نہیں بڑھا . اپنی جگہ پر کھڑا اسے گھورتا رہا . اچانک نقاب پوش
نے اس پر چھلانگ لگائی . ساگر نے چاہا کہ جھکائی دے کر نکل جائے . . . مگر نکلتے نکلتے
اس کا ہاتھ نقاب پوش کی گرفت میں آ ہی گیا . اس نے لے زور سے جھٹکا دیا اور
ساگر لڑھکتا ہوا دیوار سے ٹکرایا . لیکن دوبارہ اٹھنے میں حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ
کیا . اس مرتبہ وہ پوری طرح چاق و چوبند تھا . اور چاہتا تھا کہ کسی طرح ایک
گھونسہ اپنے باس کی کنپٹی پر جڑ دے . . . کیوں کہ پھر اس کے خیال کے مطابق مقابل
اپنے پاؤں پر تو کھڑا رہ نہیں سکتا تھا .

اس مرتبہ نقاب پوش آہستہ آہستہ اس کے قریب آیا . . . . . اس کے
ہاتھ آگے کی طرف پھیلے ہوئے تھے . غالباً وہ ساگر کا گلا دبوچ لینے کی فکر میں تھا . . . .

اچانک ساگر نے پوری قوت سے گھونسا نقاب پوش کی کنپٹی پر مارا۔ نقاب پوش کو شاید اس سے اتنی پھرتی کی توقع نہیں تھی۔ اس لیے اسے اس گھونسے کو ریسیو کرنا پڑا۔ مگر۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ ساگر چکرا گیا۔۔۔ نقاب پوش نے تو اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی تھی بلکہ اسی طرح مسکرائے جا رہا تھا۔ ساگر کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ اس کے بدن میں کپکپی کی ایک لہر دوڑ گئی۔

دفعتہً نقاب پوش نے اس کا گلا دبوچ لیا۔ ساگر بُری طرح تڑپا۔۔۔ مگر گرفت مضبوط تھی۔ اس کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔"

اس کے گلے پر دباؤ بڑھتا گیا۔۔۔ اس کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔۔۔ ایک بار پھر وہ تڑپا۔ حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔"

نقاب پوش نے آخری جھٹکا دیا اور ساگر کٹے ہوئے درخت کی مانند زمین پر گر پڑا۔

نقاب پوش نے ہاتھ اس انداز میں جھاڑے جیسے وہ گرد آلود ہوں۔ پھر فون پر جھکا اور کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔



# ی محبت

سرفراز اور فاضل کار میں براجمان انور عارف پلیس کی طرف جا رہے تھے۔

"کل شام تم میرے منع کرنے کے باوجود ہوٹل "ذیشان" چلے گئے۔"

"شامتِ اعمال نے آواز دی تھی۔ اس لیے چلا گیا تھا۔" فاضل نے اس طرح کہا جیسے بات ہی نہ ہوئی ہو۔

"کیوں۔۔۔ کیوں۔۔۔ خیریت تو رہی۔"

"جی نہیں۔۔۔ خیریت کی والدہ محترمہ فوت ہو گئی تھی۔۔۔ اس لیے وہ رخصت ہو ...۔"

"کیا مطلب۔"

"بس کچھ نہ پوچھیے۔"

"ارے بھئی۔۔۔ کچھ تو بتاؤ۔"

فاضل نے سارا ماجرا کہہ ڈالا۔

"کہنا نہ ماننے والوں کا یہی انجام ہونا چاہیے۔"

"میں اب رفعت کی شکل بھی نہیں دیکھوں گا۔"

"مگر تمہیں تو اس سے سچی محبت تھی۔"

"میں بکواس کر رہا تھا۔۔۔ سچی محبت کا وجود اس پوری دنیا میں ہی نہیں ہے،

میں کیسے کر سکتا ہوں۔"

"بہت اونچے اڑ رہے ہو۔"

"آپ کا خیال غلط ہے۔۔۔ یہ کار ہے ایروپلین نہیں ہے۔"

"کل تو پھر بہت بے عزتی ہوئی تمہاری۔"

"اب کہیں وہ نظر آیا تو اس کی مٹی پلید کر دوں گا۔" فاضل جلا بھنا بیٹھا تھا۔

"کل ہی کیوں نہیں کر ڈالی۔"

"کیا کرتا۔۔۔ وہ کمبخت رفعت ہی اس پر لٹو ہو گئی تھی۔"

"آئندہ جس طرح میں کہوں اسی طرح کرنا۔ ورنہ۔۔۔"

"کیا مطلب۔۔۔" فاضل بری طرح چونکا۔

"کچھ نہیں۔۔۔"

"اوہ! میں سمجھا۔۔۔ تو وہ آپ تھے۔ حیرت ہے کمال کا میک اپ تھا۔"

"کون؟" سرفراز نے بے نیازی سے پوچھا۔

"بس رہنے دیجیے۔۔۔ اب اور نہ بنیے۔۔۔ مگر آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا

"پھر کیا کرنا چاہیے تھا۔" سرفراز نے پوچھا اور فاضل جل کر رہ گیا۔

"اف!۔۔۔ اب پھر مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ رفعت سے مجھے سچی محبت ہو گئی



ہے۔۔۔ میں کل ہی اس سے دوبارہ ملوں گا۔"

"یار تم تو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہو۔ ابھی کیا کہہ رہے تھے۔"

"کیا کیا جائے۔۔۔ جب بڑے ہی رنگ بدلنے لگیں۔۔۔" فاضل مسکرایا۔

"لو۔۔۔ ہم پہنچ گئے۔" فاضل نے چونک کر نظریں اٹھائیں۔

یہ ایک حویلی نما مکان تھا مگر تعمیر جدید طرز کی تھی۔ سیمنٹ کے جلی حروف میں انور عارف پیلیس لکھا تھا۔ دونوں کار سے اترے۔ اور روش پر چلتے ہوئے دروازے تک پہنچے۔ فاضل نے کال بیل دبائی۔ دور کہیں گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلا اور فاضل کی عاقبت روشن ہو گئی۔ وہ ایک ایسا ہی چہرہ تھا۔۔۔ یونانی حسن کا بہترین چربہ کہا جا سکتا تھا۔ نقوش یونانیوں کے ہی تھے۔۔۔ مگر آنکھیں بالکل سیاہ تھیں۔۔۔ لمبے بال پشت پر اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔

"فرمائیے۔" فاضل کے کانوں میں کسی ویرانے کے مندر کی گھنٹیاں گونج اٹھیں۔

"ہمیں مسٹر جاوید سے ملنا ہے۔" سرفراز بولا۔

"وہ تو تشریف نہیں رکھتے۔۔۔"

"ان سے کس وقت ملاقات ہو سکتی ہے۔" سرفراز نے پوچھا۔

"شاید آنے ہی والے ہوں۔"

"اوہ! تب تو ہم ان کا انتظار کر لیں گے۔" فاضل جلدی سے بول اٹھا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں سرفراز واپس نہ لوٹ جائے۔

"تو اندر تشریف لے آئیے۔"

دونوں لڑکی کے پیچھے اندر داخل ہوئے۔ لڑکی انہیں ڈرائنگ روم میں لے آئی۔ کمرہ

جدید سامان سے مزین تھا۔

"تشریف رکھیے۔" ان کے بیٹھنے پر لڑکی بھی بیٹھ گئی۔

"کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں آپ۔"

"ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے۔"

"اوہ!"

"ان کا نام سرفراز ہے۔۔۔ اور میرا۔۔۔"

"کیا!" لڑکی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ فاضل کا جملہ درمیان میں ہی رہ گیا۔ لڑکی کی [illegible]

تحیر آمیز خوشی سے لبریز تھیں۔

"آ۔۔۔ آپ۔۔۔ انسپکٹر سرفراز۔۔۔ ہیں۔"

"جی ہاں!" سرفراز شائستہ انداز میں مسکرایا۔ لڑکی متواتر اسے دیکھ رہی تھی۔ ساتھ

اس کی پلکیں تیزی سے جھپک رہی تھیں کیوں کہ سرفراز کی آنکھوں میں اتنی تیز چمک تھی

اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا تقریباً ناممکن تھا۔ فاضل اس بچوایشن سے گھبرا گیا۔ وہ کھنکا

"محترمہ۔۔۔ محترمہ۔۔۔ میں بھی یہاں موجود ہوں۔۔۔"

"جی ہاں!" وہ اس کی طرف مڑی۔ "میں جانتی ہوں۔۔۔ آپ فاضل ہیں۔۔۔ کیوں

ٹھیک ہے نا۔"

"جی ہاں۔۔۔ سو فیصد درست فرمایا آپ نے۔"

"آپ حضرات سے مل کر بے پناہ مسرت ہوئی۔" اس نے دونوں سے ہاتھ ملاتے ہوئے

کہا۔

"ایسی مسرت کس کام کی جو بہاؤ میں نہ آسکے۔" فاضل نے منہ بنا کر کہا اور لڑکی مسکرا دی



"آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔"

"جی۔۔۔ مجھے۔۔۔ شگفتہ ناز کہتے ہیں۔"

"واہ۔۔۔ کتنا شگفتہ نام ہے۔۔۔ بالکل آپ کی۔۔۔"

"مسٹر جاوید ابھی تک نہیں آئے۔" سرفراز نے تیزی سے اس کی بات کاٹ دی ساتھ

ہی اس نے فاضل کو گھورا بھی تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو۔۔۔ موقع محل بھی دیکھا کرو۔

"بس آتے ہی ہوں گے۔۔۔ ٹھہریے۔۔۔ میں آپ کے لیے چائے لے آؤں۔"

"نہیں نہیں تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔" فاضل قدرے گھبرا کر بولا۔ وہ نہیں چاہتا

تھا کہ لڑکی وہاں سے جائے۔

"اس میں تکلف کی کیا بات ہے۔" شگفتہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا گھر میں نوکر نہیں ہیں؟" سرفراز نے پوچھا۔

"جی ہیں تو۔۔۔ آج سب چھٹی پر ہیں۔۔۔ ہفتے کی شام کو وہ چھٹی مناتے ہیں۔"

"اوہ! اچھا۔"

شگفتہ کمرے سے نکلی ہی تھی کہ فاضل نے ایک لمبی سرد آہ کھینچی۔

"اُف! مر گیا۔" فاضل نے سسکی بھری۔

"کلبلانے لگے کیڑے۔"

"عشق کے کیڑے۔۔۔ جن سے آپ نابلد ہیں۔"

"مت بور کرو یار۔۔۔ جہاں کوئی خوبصورت لڑکی دیکھی۔۔۔ وہیں رال ٹپکنے لگی۔

۔۔۔ ابھی تم کہہ رہے تھے کہ رفعت سے تمہاری محبت ہو گئی ہے۔"

"وہ۔۔۔ وہ بے وفا نکلی آپ کو دیکھتے ہی اس کی اپنی رال ٹپک پڑی تھی۔۔۔ اس

لیے میں نے اس کا خیال چھوڑ دیا ہے۔ . . . اور آج سچ مچ میں محسوس کر رہا ہوں . . .
جیسے . . . جیسے میری زندگی میں ایک نئی صبح طلوع ہوئی ہے۔ . . آج کا سورج میرے
لیے حقیقی محبت کا پیغام لے کر آیا ہے . . . . میں تمہارا یہ پیغام دل وجان سے قبول
کرتا ہوں . . . اے دیوتا . . ." اس نے منہ اوپر اٹھا کر سورج کو دیکھنے کی کوشش کی۔

"اوہ! سوری . . . ہم تو اس مہ لقا کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں . . . . . بھلا
یہاں سورج دیوتا کہاں . . . خیر . . . میں باہر نکل کر اس کا شکریہ ادا کر دوں گا۔"

"یہ بکواس کب ختم ہوگی۔"

"یہ بکواس ہے ؟ . . . کمال ہے۔ آپ میرے جذبات مجروح ہی نہیں بلکہ ان کا خون
بھی کر رہے ہیں، اور خونِ ناحق آپ کی گردن پر ہوگا۔ قیامت کے دن . . ."

"اب چپ بھی ہو جاؤ . . . وہ آ رہی ہے۔"

"تو آنے دیجیے . . . اچھا ہی ہے . . . اس سچی محبت کا اظہار تو کرنا ہی پڑے گا۔"

"اس صورت میں یہ سچی کیسے رہ جائے گی ؟"

"کیوں . . . ؟ کیوں . . . ؟" فاضل نے مصنوعی حیرت سے کہا۔

"کیا بات ہے . . . ؟ آپ کی آنکھیں متحیرانہ انداز میں پھیلی ہوئی ہیں ؟" شگفتہ ناز
نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے ہاتھ میں چائے کی ٹرے تھی۔ چائے کے ساتھ دوسرے
لوازمات بھی تھے۔

"ارے! آپ نے تو اچھا خاصا تکلف کر ڈالا۔"

"بس جو کچھ گھر میں حاضر تھا . . . ٹرے میں رکھ لائی۔"

"بڑی فراخ دل ہیں آپ۔" فاضل بول اٹھا۔ سرفراز نے اسے گھور کر دیکھا۔



چائے سے فارغ ہو کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"جاوید صاحب تو اب تک نہیں آئے . . . ہم پھر کسی دن آئیں گے۔"

"جی اچھا!" وہ بھی کھڑی ہو گئی تھی۔ پھر انہیں دروازے تک رخصت کرنے آئی
اور واپس چلی گئی۔

"کیا خیال ہے۔" سرفراز نے پوچھا۔

"بہت خوبصورت ہے۔"

"میں شگفتہ کے متعلق نہیں پوچھ رہا ہوں . . . . گھر کا ماحول کچھ عجیب سا ہے . . .
اتنے بڑے گھر میں اس وقت شگفتہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔"

"آپ کا ارادہ تو نیک ہے . . ." فاضل نے بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"عجیب احمق ہو . . ." سرفراز جھنجھلا گیا۔

وہ روش پر چل رہے تھے۔ سرخ بجری ان کے پیروں کے نیچے آواز پیدا کر رہی
تھی۔ اچانک سرفراز چلتے چلتے رک گیا اور فاضل اس سے آگے نکل گیا۔

"ارے! آپ کہاں رہ گئے۔" اس نے کہا اور واپس مڑا۔

"خدا کا شکر ہے . . . میں تو سمجھا تھا . . . آپ گئے . . ."

لیکن سرفراز نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ روش کے ساتھ والے اجڑے ہوئے پائیں
باغ کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"کیا اس باغ میں سے آپ کو قاتل کے برآمد ہونے کی امید ہے۔" فاضل نے حیرت
زدہ آنکھیں گھمائیں۔

"آؤ!" سرفراز اندر داخل ہو گیا . . .

"یہ باغ، معلوم ہوتا ہے بہت عرصے سے اجڑا پڑا ہے۔" سرفراز کھوئے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہو گا، آخر آپ کو اس کی فکر کیوں پڑ گئی۔"

"قدموں کے یہ نشان ... پانچ چھ دن سے زیادہ پرانے نہیں ہیں ... آخر یہاں کوئی کیوں داخل ہوا تھا ... جب کہ یہ برسوں سے بے توجہی کا شکار معلوم ہوتا ہے۔"

"چھوڑیئے بھی ... آپ کو تو ذرا ذرا سی بات میں اسرار کا پہلو عیاں نظر آنے لگتا ہے ... اس کیس میں ابھی تک چونکہ کوئی سُراغ نہیں مل سکا، لہٰذا زبردستی ایک عدد سراغ نکالا جا رہا ہے ..."

"آخر یہ قدموں کے نشان کیسے ہیں ... افسوس!" سرفراز نے آہ بھری۔

"کس بات پر افسوس ہو رہا ہے۔"

"قتل والے دن ہم نے جاوید کو چیک کیوں نہیں کیا، جب انور عارف قتل ہوا تھا۔"

"جاوید اس شہر میں رہتا ہی نہیں ...... وہ تو اس قتل کے بعد ہی شام گڑھ سے آیا تھا۔"

"ہاں پیارے .... ہم سے غلطی ہوئی .... اس وقت ہمیں تفتیش جاوید سے ہی شروع کرنی چاہیے تھی۔ خیر ... آؤ ... ان قدموں کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔"

دونوں آگے بڑھنے لگے .... فاضل کے چہرے سے اکتاہٹ کے آثار ظاہر تھے وہ اس تگ و دو کو فضول تصور کر رہا تھا۔

"اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ آپ کھودتے ہیں پہاڑ اور نکلتا ہے چوہا ..."

"اور وہ چوہا کبھی کبھی تمہاری پریشانیوں میں مزید اضافہ کر دیتا ہے اور میرے



لیے نئے راستے نکل آتے ہیں۔"

"اور کبھی کبھی آپ ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں۔" فاضل جل کر بولا۔

"لو ... یہاں قدموں کے نشانات ختم ہو جاتے ہیں۔"

"تو اب یہاں دھونی رما کر دھرنا مار کر بیٹھ رہیے۔"

"برخوردار ... ذرا پاؤں کے پاس والی زمین تو دیکھو ... کیا یہاں کوئی غیر معمولی بات نظر آتی ہے۔"

"غیر معمولی باتیں صرف آپ کو نظر آ سکتی ہیں۔" فاضل نے لاپروائی سے نیچے دیکھا اور چونک اٹھا۔

"ہاں ہے تو سہی ... زمین یہاں سے کچھ سخت نظر آتی ہے ... مگر یہ ننھی ننھی لکیریں سی کیسی ہیں ... جیسے پتلے پتلے شگاف پڑ گئے ہوں۔"

"چلو شکر ہے ... تمہیں کچھ نظر تو آیا ... ورنہ یہ تو صرف مجھے ہی نظر آتی ہیں، کیوں!" سرفراز مسکرایا۔ اور ساتھ ہی ایک خشک درخت سے ایک ٹہنی توڑنے لگا۔

"کیا مسواک کرنے کا ارادہ ہے ... مگر یہ تو خشک لکڑی ہے ... اور پھر یہ کیکر کی بھی نہیں ہے۔"

"تنگ نہ کرو ... ورنہ چانٹا ماروں گا۔"

"یا اللہ رحم کر۔"

اتنی دیر میں سرفراز لکڑی توڑ چکا تھا۔

"آخر آپ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"کھودوں گا یہاں سے۔"

"چوہا ہی نکلے گا۔"

"پروا نہیں، چلو... کھودو اس لکڑی سے۔"

"مم... میں... یعنی کہ..."

"نہیں تو کیا یہاں مزدور بلوائیں گے۔"

"یہ کام مجھ سے نہیں ہو گا۔"

"ہاں... تم سے کیوں ہونے لگا... تم سے تو بس لڑکیوں کے حسن کی تعریف سن لو. تمہاری زبان لال ہو جائے گی... پر تھکو گے نہیں۔"

سرفراز نے کہا اور پنجوں کے بل بیٹھ کر زمین کھودنے لگا۔



# ایک سُراغ

ساگر کے ساتھی بہت پریشان تھے۔ کل سے ساگر غائب تھا۔ وہ ان کے پاس سے اپنے باس سے انعام حاصل کرنے گیا تھا۔ اور ابھی تک اس کی واپسی نہیں ہوئی تھی۔

"میں کہتا ہوں ساگر بددیانت ہو گیا۔" تیمور کا موڈ آف تھا۔

"پھر بھی اسے یہاں واپس تو آنا چاہیے تھا۔" ڈیوڈ بولا۔

"شاکر میں یہی تو خوبی تھی... ہر حال میں وفادار رہتا تھا..." تیمور نے میز پر ہاتھ مارا۔

"خدا جانے باس نے انعام میں کتنی رقم دی ہو گی۔" افتخار نے یاس انگیز لہجے میں کہا۔

"ساگر آئے تو پتا چلے۔"

"اب وہ گیا... وہ نہیں آئے گا۔" ڈیوڈ نے خیال ظاہر کیا۔

"بچ کر کہاں جائے گا۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ اس شہر سے ہی چلا گیا ہو۔"

"باس کو معلوم ہو جانا چاہیے۔"

"ہم اسے کیسے اطلاع دے سکتے ہیں۔ اس کا فون نمبر ہمارے پاس ہے نہ اس کا پتا۔"

"ساگر اور شاکر نے بھی ہمیں کبھی نہیں بتایا۔"

"خیر ہمیں کیا... خود ہی فون کرے گا تو اسے بتا دیں گے۔"

"اب ہم کیا کریں، ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تو بیٹھا نہیں جاتا۔" تیمور بولا۔

"مکھیاں مارو۔" افتخار بولا۔

"خدا جانے کیا چکر ہے.... یہ باس بھی عجیب ہے.... دولت کے حصول کے علاوہ اسے کچھ آتا ہی نہیں۔"

"واللہ اعلم.... ہو سکتا ہے... اور بھی کچھ حاصل کرنے کے چکر میں رہتا ہو..."

"اف! یہ ساگر ہمیں کس الجھن میں مبتلا کر گیا۔"

"اس سے تو بہتر تھا.... باس ہمیں انعام ہی نہ دیتا۔"

"اب دیکھو... کب اس کا فون آتا ہے۔"

"آئے یا نہ آئے.... ہمیں تو ہر ماہ اپنی تنخواہ سے غرض رکھنی چاہیے.... وہ تو مل جاتی ہے نا۔"

"ہاں.... تنخواہ کے معاملے میں باس اپنا جواب نہیں رکھتا... مم... مگر یار..." تیمور رک گیا۔

"کیا بات ہے۔" ڈیوڈ نے اسے رکتے دیکھ کر کہا۔

"اگر کبھی وہ ہم سے تعلق منقطع کرے.... یا پورے ماہ کی تنخواہ ہی ہضم کر جائے تو ہم.... ہم تو کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔"



"ہوں..."

"کیوں نہ ہم اس کا فون نمبر معلوم کرنے کی کوشش کریں۔"

"وہ تو شاکر اور ساگر کئی مرتبہ کر چکے ہیں... وہ ہر بار کسی پبلک فون بوتھ سے فون کرتا ہے... جب بھی انہوں نے اس قسم کی کوشش کی.... زبردست جھڑکی پڑی ان پر۔"

"تب پھر اندھیرے میں ہی ہاتھ پاؤں مارتے رہو..."

"کسی دن...."

تیمور کے الفاظ حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئے۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو! کون بول رہا ہے۔"

"ج... ج... جی... میں... تیمور ہوں۔" تیمور کی آواز بری طرح لڑکھڑا رہی تھی۔

"فون ساگر کو دو۔"

"سس... ساگر۔"

"ہاں کیوں.... کیا وہ موجود نہیں ہے۔"

"جی نہیں باس.... وہ تو کل سے یہاں نہیں آیا۔"

"کل سے... کیا مطلب۔"

"جی وہ آپ سے انعام لینے گیا تھا۔"

"ہاں! وہ میرے پاس آیا تھا.... میں نے اسے پچاس ہزار روپے دے کر کہا..."

آپس میں تقسیم کر لینا۔

"کیا!!"

"ہاں بھئی... یہ کوئی اتنی بڑی رقم تو نہیں ہے۔ تم نے کارنامہ بھی تو بہت بڑا انجام دیا ہے۔"

"وہ یہاں نہیں پہنچا۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ بددیانت ہو گیا۔"

"جی... یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"اوہ!... یہ تو بہت بُرا ہوا... تمہارا حق بھی مارا گیا... خیر... تم جلد ہی اس سے بھی سوا پاؤ گے... تم... تیمور... سرفراز کی نگرانی شروع کر دو..."

"جی!!... انسپکٹر سرفراز کی۔"

"ہاں!... آج ہی سے... رپورٹ میں خود ہی لے لیا کروں گا۔"

"جی بہتر..."

"اور ڈیوڈ سے کہو... فاضل پر نظر رکھے۔"

"جی بہت بہتر!"

"افتخار، ذی شان ہوٹل میں زیادہ تر وقت گزارے... اب اس انسپکٹر کے بچے کی شامت ہی آ گئی ہے... ہر کام میں ٹانگ اڑا دیتا ہے... اب اس کی زندگی کے دن گنے چنے سمجھو!"

"جی!..." بوکھلاہٹ میں تیمور کی زبان سے نکلا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے... میں جانتا ہوں تم اس سے ڈرتے ہو..." اس کے



سائے سے بھی دور بھاگتے ہو... لیکن اس کا کام میں اپنے ہاتھ سے تمام کروں گا... تم دیکھو گے... وہ کس طرح میرے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچتا ہے۔"

ریسیور رکھنے کی آواز سن کر تیمور نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ اس کی پیشانی عرق آلود تھی۔

"کیا بات ہے... بہت گھبرا گئے ہو۔"

"آ گئی مصیبت۔"

"کیا مطلب۔"

"میں سرفراز کی نگرانی کروں گا... اور تم فاضل کی... افتخار ذی شان ہوٹل کی... اور... ساگر پچاس ہزار روپے کا انعام تنہا ہضم کر گیا ہے۔"

"کیا!... پچاس ہزار۔" حیرت سے ان کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔

"ہاں... دوسری بات... باس نے سرفراز کا کام تمام کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔"

"کیا!!!"

اس مرتبہ وہ پتھر کے بت کی مانند ساکت رہ گئے۔

❖ ❖ ❖

زرین صرف اوپر سے ہی سخت ثابت ہوئی تھی پھر آسانی سے ٹوٹ کر بہتا چلا گیا۔ سرفراز کو ہی یہ کام کرنا پڑا تھا۔ فاضل الگ ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"تم دور ہٹ کر کیوں کھڑے ہو گئے ہو... اس میں سے کوئی آتش فشاں تو نکلنے سے رہا۔"

"یہ بات نہیں... میں تو صرف آپ کی دل شکنی کے خیال سے نزدیک کھڑا نہیں ہوا۔"

فاضل نے جواب دیا۔

"وہ کیسے۔ ۔ ۔ تمہارے نزدیک ہونے سے میری دل لگی کیسے ہو سکتی ہے؟"

"ملک کا مشہور و معروف سراغرساں اس وقت زمین کھودنے کا کام انجام دے رہا ہے۔ ۔ ۔ ایسی حالت میں اگر اسے کوئی دیکھ لے۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ۔ ۔ نزدیک آجاؤ۔ ۔ ۔ اور یہ بتاؤ کہ یہاں سے زمین ارد گرد کی نسبت زیادہ سخت کیسے ہو گئی ہے؟"

"میں کیا جانوں۔" فاضل نے شانِ استغنائی سے کہا۔

"تمہیں بتانا پڑے گا۔ تمہارا ذہن روز بروز ناکارہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس سے کوئی کام لیا کرو۔ ۔ ۔ ورنہ زنگ لگ جائے گا۔"

"لگ جائے۔ ۔ ۔ آپ کے ہوتے ہوئے مجھے عقل گدا استعمال کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"حرام خوری کے عادی ہوتے جا رہے ہو۔"

"صحبت کا اثر ہے۔" فاضل نے ڈھٹائی سے کہا۔

"مت ٹائیں ٹائیں کرو۔ ۔ ۔ تم نے بتایا نہیں۔"

"یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے۔"

"خیر! میں بتاتا ہوں۔ ۔ ۔ اس میں انسانی ہاتھوں کا دخل ہے۔"

"کیا مطلب!"

"کسی نے یہاں کچھ دفن کیا ہے۔ ۔ ۔ اس کے بعد اس جگہ کو گیلی مٹی سے بھر کر اوپر آگ جلائی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اوپر کی سطح خاصی سخت ہو گئی ہے۔"



"یہ کیسے کہہ سکتے ہیں آپ؟"

"اپنے تجربات کی بنا پر۔"

"اور میں اپنے تجربات کی بنا پر کہتا ہوں کہ آپ کا خیال غلط ہے۔ ۔ ۔ اور یہاں سے کچھ بھی نہیں نکلے گا۔ ۔ ۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کسی مردہ جانور کی ہڈیاں نکل آئیں۔"

اتنی دیر میں گڑھا تقریباً ایک فٹ گہرا ہو چکا تھا۔ اچانک لکڑی کسی سخت چیز سے ٹکرائی سرفراز کے چہرے پر جوش کے آثار لہرائے۔

"ذرا جلدی کیجیے۔ ۔ ۔ شام ڈھلنے لگی ہے۔ ۔ ۔ اور مجھے۔ ۔ ۔"

"اور تمہیں ہوٹل ذی شان جانا ہے۔ ۔ ۔" سرفراز نے فقرہ مکمل کر دیا۔

"آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں۔" فاضل نے بے چارگی سے کہا۔

"لو فرزند ہو گیا کام۔ ۔ ۔ تمہارا خیال درست نکلا۔"

"کیا مطلب!۔ ۔ ۔ کیا کسی مردہ جانور کی ہڈیاں نکل ہیں؟" فاضل نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ہاتھی کی ہڈیاں نکلی ہیں۔"

"جی!!!" فاضل کی آواز تحیر میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"ہاں۔ ۔ ۔ یہ رہا ہاتھی دانت کا بنا ہوا پستول۔ ۔ ۔"

"اے باپ رے!۔ ۔ ۔" فاضل نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پستول پکڑا اور پھر اس طرح چھوڑ دیا۔ ۔ ۔ جیسے وہ کوئی سانپ ہو۔

"چلو اٹھاؤ۔ ۔ ۔ اسے۔ ۔ ۔ اب ہمیں جاوید سے مل کر ہی جانا چاہیے۔"

"تو کیا اب دوبارہ اندر جائیں گے۔"

"ہاں! اب اس کے سوا اور کیا کریں۔"

"تو بسم اللہ کیجیے۔۔۔ میں تو اس گھر میں سو دفعہ جانے کو تیار ہوں۔"

"مگر تمہیں تو "ذی شان" جانا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔۔۔ کل چلا جاؤں گا۔"

سرفراز کو ہنسی آ گئی۔۔۔ وہ دوبارہ دروازے کی طرف بڑھے۔ اور کال بل کا بٹن دبا دیا۔

جلد ہی انہیں پھر شگفتہ ناز کی شکل دکھائی دی۔

"ارے! خیریت تو ہے۔۔۔ آپ۔۔۔"

"ہاں! ایک ضروری بات یاد آ گئی ہے۔۔۔ وہ معلوم کیے بغیر جانا مناسب نہیں، لہٰذا اب جاوید صاحب سے ملاقات کر کے ہی جائیں گے۔"

"آئیے۔۔۔ تشریف لے آئیے۔" اس نے ایک طرف ہٹ کر انہیں راستہ دیا، اور دوبارہ ڈرائنگ روم میں لے آئی۔

"آپ کو ناگوار تو محسوس ہوا ہو گا۔۔۔ ہم اتنی جلدی دوبارہ آ گئے۔" فاضل نے بغور اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔۔۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

اسی وقت باہر سے پوں پوں کی آواز سنائی دی۔

"شاید بھائی جان آ گئے۔" وہ کمرے سے نکل گئی۔ جلد ہی وہ ایک خوش شکل نوجوان کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔

"بھائی جان! یہ انسپکٹر سرفراز اور یہ مسٹر فاضل ہیں۔۔۔ اور آپ ہیں میرے بھائی



جاوید۔" شگفتہ نے تعارف کرایا۔ جاوید نے ان سے مصافحہ کیا۔ دونوں طرف سے رسمی جم
ادا کیے گئے۔

"فرمائیے!" جاوید نے پوچھا۔

"دیکھیے۔۔۔ میں آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ اگر آپ۔۔۔"

"مگر کس سلسلے میں؟" جاوید کے چہرے سے بے چینی عیاں تھی۔

"آپ کے چچا کے قتل سے متعلق۔"

"اوہ!۔۔۔ مگر جو کچھ مجھے معلوم ہے، میں پولیس کو بتا چکا ہوں۔۔۔"

"میں اپنے طور پر کچھ باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"خیر! پوچھیے!"

"جس روز قتل ہوا آپ کہاں تھے؟"

"شام گڑھ میں۔"

"آپ کو قتل کی اطلاع کیسے ملی؟"

"چچا جان اس دنیا میں تنہا تھے۔۔۔ سوائے میرے اور شگفتہ کے ان کا کوئی عزی
موجود نہیں۔۔۔ اس لیے مجھے اگلے دن اخبار پڑھنے سے ہی معلوم ہوا تھا، اور میں اسی
یہاں آ گیا تھا۔"

"کیا انور عارف صاحب نے کوئی وصیت چھوڑی ہے؟"

"جی ہاں۔۔۔ وصیت نامہ وکیل صاحب کے پاس انہوں نے پہلے ہی امانتاً رکھوا
تھا۔ دراصل وہ دل کے مریض تھے۔۔۔ اس لیے انہوں نے ایسا کیا تھا۔ وصیت نامہ
نے میری موجودگی ہی میں مرتب کیا تھا۔۔۔ اور میرے سامنے ہی وکیل کو سونپا تھا

صاحب مجھے بخوبی جانتے ہیں۔"

"وکیل کا نام؟"

"مسٹر جہانگیر بابر!"

"بڑا بارعب نام ہے۔" فاضل نے کہا۔

"تو جائیداد پر قبضہ اور کاغذات آپ کو ان کے توسط سے ہی ملے ہیں؟"

"جی ہاں!"

"کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ وصیت نامے میں کیا درج ہے؟"

"جی ہاں! کیوں نہیں۔ . . . انہوں نے اپنی ساری جائیداد میرے اور شگفتہ کے نام کی ہے۔"

"قتل والے دن ان کے کمرے میں رکھی تجوری خالی پائی گئی تھی۔ . . . کیا اس میں کچھ نقدی موجود تھی؟"

"جی ہاں، . . . وہ اپنی نقدی بینک میں نہیں رکھتے تھے۔"

"تو اس طرح تو آپ کو بہت نقصان ہوا۔"

"ہمارے نزدیک تو سب سے بڑا نقصان چچا جان کا اس دنیا سے رخصت ہو جانا ہے۔" جاوید نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ . . . اور شگفتہ ناز کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔

"کوئی مجھ سے یہ ساری جائیداد لے لے۔ . . . اور مجھے میرے چچا جان کو واپس لا دے تو میں خوش ہو جاؤں گا۔ . . . وہ بہت شفیق تھے۔ . . . میرا اور شگفتہ کا اس دنیا میں ان کے سوا کوئی نہیں تھا۔ اور ان کا ہمارے سوا کوئی نہ تھا۔ . . ."

"پھر آپ شام گڑھ میں رہنے کی بجائے ان کے پاس کیوں نہیں رہتے تھے؟"



"شام گڑھ میں میری جنرل مرچنٹ کی دکان ہے۔ کاروبار چلا ہوا ہے۔ اس لیے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ چلا ہوا کاروبار چھوڑ کر یہاں منتقل ہو جاؤں۔ . . . خود چچا جان بھی اس کے خلاف تھے۔ ویسے میں ہر اتوار کو شگفتہ کو ساتھ لے کر آ جایا کرتا تھا۔"

"ہوں! . . . اچھا جاوید صاحب . . . کیا آپ کے پاس کوئی پستول ہے؟"

"پستول! . . . جی نہیں تو۔"

"اس پستول کو پہچانتے ہیں آپ!" سرفراز نے جیب سے ہاتھی دانت کا پستول نکالتے ہوئے کہا۔ جاوید پستول دیکھ کر گھبرا گیا۔

"جی . . . جی . . . نہیں تو . . . بھلا میں کس طرح پہچانوں گا اسے!"

"اور آپ . . . مس شگفتہ ناز۔"

"جی! . . . میں . . . نہیں تو . . ."

"لیکن یہ آپ کے پائیں باغ میں دفن ملا ہے۔"

"کیا!!" جاوید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے خوف مترشح تھا۔ شگفتہ بھی بوکھلا اٹھی تھی۔

"جی ہاں! . . . آئیے . . . میں آپ کو دکھاؤں۔" سرفراز اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ سب باہر نکلے اور گڑھے کے پاس آئے۔

"یہ میرا نہیں ہے۔ . . . اور نہ اسے ہم نے یہاں چھپایا تھا۔ . . . میں سچ کہتا ہوں۔ انسپکٹر صاحب!" جاوید نے کہا۔

"ہوں . . . یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ قتل اسی پستول سے کیا گیا ہے۔" سرفراز بولا۔

"جی!" جاوید کے منہ سے صرف اتنا ہی نکل سکا۔

"خیر!... ہم پھر آئیں گے..." سرفراز نے کہا اور مصافحہ کیے بغیر ہی اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ فاضل اس کے پیچھے تھا۔

دونوں کار میں بیٹھے اور سڑک پر نکل آئے۔

"اب کہاں کا ارادہ ہے۔"

"گھر چلیں گے۔"

"تو مجھے 'ذی شان' اتار دیجیے گا۔"

"ابھی تک رفعت کا بھوت نہیں اترا۔"

"وہ تو اتر گیا ہے... اب دوسرا بھوت سوار ہو گیا ہے۔"

"کون سا... شگفتہ ناز کا؟"

"جی ہاں! اب مجھے یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ یہ کس ہوٹل میں بیٹھنا پسند کرتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے... وہ ہوٹلوں کا رخ ہی نہ کرتی ہو۔"

"اتنی گھریلو تو معلوم نہیں ہوتی۔"

"خیر چھوڑو اسے۔"

"پھر کیا پکڑوں۔"

"اس پستول کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"خوبصورت ہے۔ ہاتھی دانت کا بنا ہوا ہے... کافی قیمتی ہے۔"

"اسلحے کی کسی دکان پر ملازم رکھوا دوں تمہیں!" سرفراز نے جل کر کہا۔



"کیوں... کیوں... آپ ہی نے تو پوچھا تھا کہ اس کے متعلق کیا خیال ہے، اب اگر میں نے اپنا خیال ظاہر کر دیا تو آپ برا کیوں مان رہے ہیں۔"

"فضول باتیں چھوڑو... میرا خیال ہے کہ قتل اسی پستول سے ہوا تھا۔"

"یہ کیسے کہہ سکتے ہیں آپ؟"

"ابھی گھر چل کر پتا چل جائے گا... انسپکٹر فضلی کے پاس کیس کی پوری تفصیل موجود ہے... اس میں ضرور درج ہو گا کہ گولی کتنے نمبر کے پستول کی تھی۔"

"ہاں ٹھیک ہے... مگر... فرض کیجیے... کہ قتل اسی پستول سے ہوا ہے... تو آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں۔"

"اس صورت میں قاتل جاوید بھی ہو سکتا ہے۔"

"کیا وہ اتنا بے وقوف ہے کہ پستول اپنے ہی گھر میں چھپاتا۔"

"اور کہاں لے جاتا... ظاہر ہے کہ قتل اسی گھر میں ہوا... اور نزدیک ترین جگہ یہی تھی۔"

"ہو سکتا ہے کوئی اسے پھنسانے کی کوشش کر رہا ہو۔"

"اگر یہ بات ہے تو ایک اور سوال سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اگر کسی اور نے یہ حرکت کی ہے... تو اس نے اس قدر پکا کام کیوں کیا... اتنے اہتمام سے پستول کو کیوں دفن کیا... یہ تو ایک اتفاق ہی تھا کہ اسے نکال سکا... کوئی دوسرا تو شاید قیامت تک پتا نہ چلا سکتا۔"

"پھر!"

"تم یوں کرو . . . . کہ جاوید کی نگرانی کرو ۔"

"بہت بور کام ہے . . . . آپ مجھے شگفتہ کی نگرانی پر کیوں مامور نہیں کرتے؟"

"وہ قاتلہ نہیں ہو سکتی !"

"کیوں ؟"

"بس . . . . خیال ہے میرا ۔"

"تو جاوید بھی قاتل نہیں ہو سکتا ۔" فاضل جھلا کر بولا ۔

"وہ کیسے !"

"یہ میرا خیال ہے ۔"

"لغو خیال ہے تمہارا . . . . عجیب بات ہے"

"کون سی بات عجیب ہے . . . . یہ کہ میرا خیال لغو ہے ۔"

"نہیں یار ! . . . . شاکر کا قاتل بھی پھر کہیں نظر نہیں آیا ۔"

"آپ نے اُسے دیکھ لیا تھا ۔"

"ہاں ! گولی چلاتے ہی وہ مڑا تھا مگر اتنے میں ہی میں نے اسے دیکھ لیا تھا ۔ میں اس کی گاڑی کو بھی نکلنے نہ دیتا . . . . مگر اتفاقات . . . . اسی وقت داؤد خان درمیان میں آ چکا ۔"

"ارے . . . . ارے . . . . ہم آگے نکل گئے . . . . مجھے یہیں اتار دیجیے . . . . میں ذی شان جاؤں گا ۔"

"اترو بابا . . . ." سرفراز نے بریک لگائے ۔

اسی وقت ایک کار برابر سے نکلی . . . . ساتھ ہی اس میں سے ایک شعلہ نکلا



[…]ور سرفراز کے سر پہ سے گزر گیا . . . . سرفراز فوراً نیچے جھک گیا تھا . . . . ورنہ گولی [...]س کے بھیجے میں سوراخ کر چکی تھی ۔ دوسرے ہی لمحے اس کے منہ سے نکلا ۔

"جاوید !"

"کیا ہوا !" فاضل جو کار سے اتر کر سڑک کے دوسرے کنارے جا چکا تھا ۔ [...]ٹ آیا . . . . مگر سرفراز نے اس کی طرف توجہ تک نہیں دی ۔ حیرت انگیز پھرتی [...]ے کار سڑک پر ڈال دی ۔

فاضل سڑک پر کھڑا حیرت سے پلکیں جھپکاتا رہ گیا ۔ پھر اس نے قریب سے [...]رتی ہوئی ایک ٹیکسی رکوائی . . . . اور اس میں بیٹھ کر اسی سمت میں چل پڑا . . . . [...]س طرف دونوں کاریں گئی تھیں ۔

کیونکہ اس کے خیال کے مطابق "کچھ" ہوا ضرور تھا ۔

# پھر چوٹ



سرفراز آندھی اور طوفان کی طرح کار چلا رہا تھا۔ اگلی کار ایک موڑ مڑتے ہوئے اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔۔۔۔ وہ جلد ہی اس تک پہنچ جانا چاہتا تھا اس لیے ایکسیلیٹر پر دباؤ اور بڑھ گیا۔

جلد ہی اگلی کار پھر اُسے نظر آ گئی۔ دفعتاً اس نے محسوس کیا۔ اگلی کار کی رفتار بتدریج کم ہوتی جا رہی ہے۔۔۔۔ وہ لمحہ بہ لمحہ اس کے نزدیک ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔۔ نیلے رنگ کی مرسیڈیز تھی۔

سنسان سڑک کافی چوڑی تھی۔ سرفراز اپنی گاڑی آگے نکال لے گیا اور پھر اس نے سڑک کے بیچوں بیچ کار آڑی کر کے روک لی۔

نیلی کار کے بریک چرچرائے۔ سرفراز کا ہاتھ جیب میں رینگ گیا۔ باہر نکلا تو اس میں سیاہ رنگ کا ریوالور چمک رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ کار سے نیچے اتر رہا تھا۔۔۔۔ پچھلی کار سے بار بار ہارن دیا جا رہا تھا۔



کار کے نزدیک پہنچ کر سرفراز بڑے زور سے چونکا۔

"آپ نے میرا راستہ کیوں روک لیا ہے؟" ایک مترنم آواز نے اس کے حواس کو جھنجھوڑا اور وہ جیسے حقیقت کی دنیا میں لوٹ آیا۔

"میں پوچھ رہی ہوں۔۔۔۔ آپ نے راستہ کیوں روکا ہے؟" اس مرتبہ آواز میں ایک ناگن کی پھنکار تھی۔

"چپ چاپ نیچے اتر آؤ۔"

"کیوں؟" لڑکی کی بھنویں تن گئیں۔

"میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔"

"ہوگا۔۔۔۔ میں کیوں نیچے اتروں۔"

"میں کہتا ہوں نیچے اتر آؤ۔" اس مرتبہ خدا جانے سرفراز کی آواز میں کیا اثر تھا۔۔۔ لڑکی کانپ اٹھی۔۔۔۔ اور کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

"کیا یہاں شریف شہریوں کی عزت، جان و مال محفوظ نہیں ہے۔۔۔۔۔ یہ کیسا ملک ہے۔"

"تم پردیس میں نہیں ہو۔۔۔۔ اسی ملک کی ہی پیداوار ہو۔"

"آخر میں نے کیا کیا ہے؟"

"تمہارا نام رفعت سلطانہ ہے۔"

لڑکی بہت زور سے چونکی۔

"آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں۔"

"اتنی انجان نہ بنو۔۔۔ تم مجھ سے بخوبی واقف ہو۔"

"م۔۔۔ میں۔۔۔ نہیں تو۔"

"ایکٹنگ اچھی کر لیتی ہو۔"

"خدا جانے آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے۔۔۔ اس کار سے مجھ پر حملہ ہوا تھا۔۔۔"

"حملہ!۔۔۔ کار سے۔۔۔ کہیں آپ جاگتے میں خواب دیکھنے کے عادی تو نہیں"

"نہیں۔۔۔ مجھ پر فائر کیا گیا۔۔۔ اور فائر کرنے والا تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔۔۔ تم نے ابھی تک ہاتھ اوپر نہیں اٹھائے۔" اس مرتبہ سرفراز پھنکارا اور لڑکی کے ہاتھ مشینی انداز میں اٹھتے چلے گئے۔

"آپ ضرور کسی غلط فہمی کا شکار ہیں۔"

"میں تمہاری تلاشی لوں گا۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔"

یہ کار تمہاری اپنی ہے۔

"ہاں۔۔۔ کیوں۔۔۔ کیا کار چھینانے کا ارادہ ہے۔"

"تمیز سے بات کرو۔۔۔ اس وقت تم انسپکٹر سرفراز سے ہمکلام ہو۔۔۔ حالا
مجھے بخوبی پہچانتی ہو۔"

"انس۔۔۔ پکٹر۔۔۔ سر۔۔۔" رفعت ہکلائی، پھر بولی۔

"اوہ! آپ۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں آپ کو نہیں پہچانتی۔ یقین کیجیے۔"

"بہر حال! میں تمہاری کار کی تلاشی لوں گا۔"



"ضرور لیجیے۔"

اسی وقت ایک ٹیکسی سڑک پر آ کر رکی۔ اور فاضل نیچے اترتا ہوا آواز بلند بولا۔

"معاف کیجیے گا حضرات۔۔۔ کیا آپ نے سڑک کا یہ حصہ خرید لیا ہے۔" اس کا انداز مضحکہ خیز تھا۔

سرفراز نے اس کی طرف ایک پل کے لیے دیکھا اور پھر لڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ فاضل آگے بڑھا اور اس کی آنکھیں متحیرانہ انداز میں پھیل گئیں۔

"فاضل۔۔۔ اس کی جامہ تلاشی لو۔"

"ج۔۔۔ جی۔۔۔ یہ رفعت ہے۔۔۔ میری دوست۔" فاضل ہکلایا۔

"میں جانتا ہوں۔۔۔ میں نے کیا کہا ہے۔" سرفراز کا لہجہ حد درجے خشک تھا۔

"یس سر!"

فاضل رفعت کی تلاشی لینے لگا۔۔۔ لیکن کوئی کارآمد چیز برآمد نہیں ہوئی۔

"کچھ نہیں ہے جناب!"

"اب کار کی تلاشی لو۔"

"آپ فضول وقت ضائع کر رہے ہیں۔" رفعت بولی۔

"یہ میرا شوق ہے۔" سرفراز گنگنایا۔

"لیکن مجھے کس گناہ کی پاداش میں یہ کام سونپا گیا ہے۔" فاضل بھی جب
سکا۔

"یہ تمہاری دوست ہے۔۔۔ ذی شان والی ... پر اس کار سے مجھ پر
فائر ہوا تھا۔"

"فائر... ارے... باپ رے..."

"فاضل ڈیئر... انہیں سمجھاؤ... یہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔"

"انہیں کیسے سمجھاؤں... یہ تو دن رات مجھے سمجھاتے رہتے ہیں۔" فاضل نے بے بسی کا اظہار کیا اور کار کی تلاشی لینے لگا۔

"کار بھی تہی دامن ہے جناب" فاضل نے تھوڑی دیر بعد اعلان کیا۔

"حیرت ہے۔"

ٹیکسی ڈرائیور نے ہارن بجایا اور فاضل کے منہ سے نکلا۔

"اوہ! سوری!... میں ذرا اس کا حساب چکا دوں۔"

"جلدی کرو۔"

فاضل جلد ہی واپس آگیا۔ رفعت ابھی تک ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑی تھی۔

"ارے بھئی!... تم ہاتھ نیچے گرا لو... کہیں اوپر ہی نہ اکڑ جائیں۔" فاضل نے کہا۔

سرفراز کچھ نہ بولا۔ لڑکی نے ہاتھ گرا لیے۔

"مجھے اجازت ہے۔" اس نے جلے کٹے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں... ابھی نہیں... پہلے میرے چند سوالوں کا جواب دو۔"

"کیوں... کیا میری کار سے کوئی پستول برآمد ہوا ہے۔"

"پھر بھی...."

"میں کسی سوال کا جواب نہیں دوں گی۔"

"ارے ارے... رفعت ڈیئر... ایسا نہ کہو... ورنہ یہ تمہیں تھانے



بلوا لیں گے۔"

"اچھی زبردستی ہے۔"

"اس کار میں تمہارے ساتھ کون تھا؟" سرفراز نے اچانک سوال کیا... رفعت ایک ثانیے کے لیے چونکی...

"کوئی بھی نہیں تھا... میں اکیلی تھی۔"

"جو کوئی بھی تھا راستے میں ہی کہیں اتر گیا تھا... ہاں یاد آیا... ایک موڑ پر گاڑی میری نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ اچھا لڑکی... تم اپنا پتا لکھواؤ... فاضل تم جانتے ہو۔"

"نو سر!"

لڑکی پتا لکھوانے لگی۔

"یہ کار تمہارے والد کی ہے۔" سرفراز نے پوچھا۔

"والد صاحب اس دنیا میں نہیں ہیں... میں اس دنیا میں تنہا ہوں... اور ساری جائیداد کی مالک بھی۔"

"خوب... فاضل کار کا نمبر بھی نوٹ کر لو۔"

"بہت بہتر جناب..."

"اچھا... لڑکی... مجھے امید ہے کہ تم سے جلد ہی دوبارہ ملاقات ہوگی۔" سرفراز نے کہا اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"میں معافی چاہتا ہوں ڈارلنگ... تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی۔"

"ہٹو... مجھ سے بات نہ کرو۔"

"بھئی وہ باس ہے میرا۔۔۔ میں اس کے سامنے دم نہیں مار سکتا۔"

"میری بلا سے۔"

"تم آ رہے ہو۔۔۔ یا میں جاؤں؟" سرفراز گاڑی کے اندر سے بولا۔

"ابھی آیا جناب۔۔۔ اچھا۔۔۔ رفعت۔۔۔ پھر کسی شام ملنا۔۔۔ کل۔۔۔"

فاضل دوڑتا ہوا گاڑی کی طرف بڑھا۔ سرفراز نے گاڑی سٹارٹ کر دی اور بیک کرتا ہوا رفعت کے پاس سے نکلتا ہوا چلا گیا۔

رفعت گم سم کھڑی تھی۔

٭ ٭ ٭

"میرا خیال ہے کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"رفعت سلطانہ کے بارے میں؟"

"جی ہاں!"

"یہ بات لکھ لو کہ گولی اسی کار سے چلائی گئی تھی۔۔۔ یہ اور بات ہے کہ فائر کرنے والا کوئی اور رہا ہو۔"

"فی الحال میرے پاس قلم نہیں ہے۔۔۔ کہ لکھ سکوں۔۔۔ سوال یہ ہے کہ فائر کرنے والا کہاں گیا۔۔۔ اسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔۔۔ ظاہر ہے کہ اتنی تیز رفتار گاڑی سے چھلانگ لگانا بھی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔۔۔ ضرور آپ کو غلطی لگی ہے۔"



ایک موڑ پر گاڑی میری نظروں سے اوجھل ہوئی تھی۔۔۔ ہو سکتا ہے۔۔۔ اس وقت رفعت نے کار کو اچانک بریک لگایا ہو۔۔۔ اور فائر کرنے والا اتر گیا ہو۔۔۔ اور پھر میرا تو خیال ہے کہ فائر کیا ہی رفعت نے تھا۔"

"اتنے خوبصورت ہاتھ فائر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔"

"اچھا!۔۔۔ یہ بات مجھے آج ہی معلوم ہوئی ہے۔" سرفراز نے حیرت ظاہر کی۔

"پھر اب کیا پروگرام ہے؟"

"پروگرام۔۔۔ اوہ۔۔۔ فاضل۔۔۔ اوہ۔۔۔"

"کیا ہوا۔۔۔ بھلا اس کا کیا مطلب؟ اوہ۔۔۔ فاضل۔۔۔ اوہ!۔۔۔ یہ کیا بات ہوئی؟"

"مجھ پر فائر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری تفتیش صحیح رخ اختیار کر چکی ہے۔"

"کیا مطلب!" فاضل چونکا۔

"ابھی ابھی ہم جاوید سے مل کر آ رہے ہیں۔۔۔ ہمیں اس کے پائیں باغ سے ایک ہاتھی دانت کا پستول ملا ہے۔۔۔ اور راستے میں ہی مجھ پر حملہ کیا گیا۔۔۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ۔۔۔" سرفراز کا جملہ درمیان میں رہ گیا۔

"کہ۔۔۔ جاوید مجرم ہے۔"

"ہاں!۔۔۔ یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"مگر رفعت سلطانہ کا جاوید سے کیا تعلق؟"

"یہ تو اب معلوم کیا جائے گا۔۔۔ تم آج سے رفعت کی نگرانی کرو گے۔۔۔ اور سارجنٹ شاہد جاوید کی نگرانی کرے گا۔"

"یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔۔" فاضل بول اٹھا۔

"کیا نہیں ہو گا؟"

"یہی نگرانی وگرانی۔۔۔ میں دور رہ کر نگرانی نہیں کر سکوں گا۔۔ رفعت میں اتنی کشش ہے کہ میں کھسکتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ جاؤں گا۔"

"اگر ایسا ہوا تو تمہاری اتنی شاندار مرمت ہوگی کہ آئندہ نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔"

"آئندہ نسلیں۔۔۔ مگر ان کا امکان ہی کہاں ہے۔۔۔۔ امکان پیدا کرنے کے لیے پہلے آپ کو میری شادی کرانی ہوگی۔"

"تمہاری زبان ہے یا۔۔۔"

"قینچی۔۔۔ یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ!۔۔۔ معاف کیجیے گا۔۔۔ یہ فقرہ آپ ہزار مرتبہ دہرا چکے ہیں۔۔۔ میں سن سن کر بور ہو گیا ہوں۔۔۔ کوئی نیا فقرہ تلاش کیجیے۔۔۔"

"اچھا خاموش رہو۔"

"جب آپ کو میری بات کا جواب نہیں سوجھتا تو مجھے خاموش رہنے کا حکم دے دیتے ہیں۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔" سرفراز نے غیر متوقع طور پر مسکرا کر کہا۔

"نہیں۔۔۔ تو۔۔۔ کیا یہ سچ ہے۔" فاضل گڑبڑا گیا۔

"بالکل!"

"تو کیا۔۔۔ رفعت سلطانہ ہمارا تعاقب کر رہی ہے؟"

"نہیں۔۔۔ وہ نہیں ہو سکتی۔۔۔ سرخ رنگ کی ٹیکسی ہے۔۔۔ نہیں تم۔۔۔ پیچھے



مڑ کے نہیں دیکھو گے۔۔۔ آرام سے بیٹھے رہو۔۔۔ میں رفتار آہستہ کرنے لگا ہوں۔۔۔ جیسے ہی سرخ کار ہمارے پاس سے گزرے فوراً نیچے جھک جانا۔"

"کیوں۔۔۔ کیا پھر فائر ہو گا۔"

"خیال تو یہی ہے۔" سرفراز نے کہا اور رفتار گھٹانے لگا، سرخ کار نزدیک آتی چلی گئی۔۔۔ پھر جونہی وہ ان کے برابر سے گزری، دونوں نیچے جھک گئے۔

مگر کوئی متوقع حادثہ پیش نہیں آیا۔۔۔ اب سرفراز سرخ کار کے تعاقب میں تھا۔

"آپ کو دھوکا تو نہیں ہوا؟"

"ہو سکتا ہے!"

"پھر اب اس کا تعاقب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"یونہی۔۔۔ بس دیکھیں گے۔"

"آخر اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔۔۔ کیا آج کی رات یونہی گزرے گی؟"

"مجرم چاہتے ہیں کہ ہم اپنے گھر نہ پہنچنے پائیں۔۔۔"

"اور آپ ان کی خواہش پوری کرنے کے درپے ہیں؟"

"ہاں!۔۔۔ میں ان کی آخری خواہشات پوری کرنا چاہتا ہوں؟"

"آخری!۔۔۔ کیا آپ مجرم کی تہہ تک پہنچ گئے ہیں؟"

"ہاں فاضل ڈیئر۔۔۔ مجرم میری جیب میں رکھے ہیں۔"

"ارے باپ رے!۔۔۔" فاضل بوکھلا کر سرفراز کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔

"یہ کیا کرنے لگے!"

"مجرم تلاش کر رہا ہوں۔"

"چلو نہیں۔۔۔ تم اُردو سے اتنے نابلد نہیں ہو۔۔"

"اُردو کے محاورے بھی عجیب ہیں۔۔"

"بور نہ کرو۔۔"

"اچھا!" فاضل نے اس طرح کہا جیسے سرفراز نے کسی کام کے کرنے کی ہدایت کی ہو۔

سرخ ٹیکسی کی رفتار کم ہونے لگی تھی حتیٰ کہ وہ ایک ہوٹل کے سامنے رُک گئی۔

"اب یہ لوگ صحیح معنوں میں ہمارا وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں"

"آپ بھی تو ان کی خواہشات کا احترام کرنے پر تُل گئے ہیں" فاضل نے تلملا کر کہا۔

"نہیں۔۔۔ اب ہم گھر چلیں گے۔۔۔ بس یہ دیکھ لیں کہ سرخ ٹیکسی میں سے کون نکلتا ہے"

ٹیکسی میں سے نکلنے والے مرد کو دیکھ کر سرفراز چونک اٹھا۔

"اوہ! کیا تم اسے جانتے ہو"

"نہیں تو۔۔۔"

"یہ تیمور ہے۔۔۔ شاکر کے ساتھ اسے بارہا دیکھا گیا ہے"

"شاکر کے ساتھ۔۔"

"ہاں! آؤ چلیں۔۔۔۔ میں اس کے ٹھکانے سے واقف ہوں"

سرفراز نے کار موڑ لی۔

٭ ٭ ٭

"ہیلو!۔۔۔ انسپکٹر فضل۔۔۔ میں سرفراز بول رہا ہوں"



"تو میں کیا کروں۔۔۔ بول بیٹھے ہو تو بولتے جاؤ"

انسپکٹر فضل کا پارہ ہر وقت چڑھا رہتا تھا۔

"دیکھو ڈیئر۔۔۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ انور عارف کا قتل کتنے نمبر کے پستول سے ہوا تھا"

"کیوں۔۔۔ کیا تمہیں وہ پستول مل گیا ہے"

"میری بات کا جواب دو"

"میں تمہارا محکوم تو نہیں ہوں" فضل بولا۔

"تم جانتے ہو کیس اب میرے پاس ہے۔۔۔ اور اس سے متعلق ہر تفصیل جاننے کا مجھے حق حاصل ہے"

"ہوگا۔۔۔" فضل کی اکھڑی اکھڑی آواز آئی۔

"دیکھو دوست دیر نہ کرو۔۔۔ ہو سکتا ہے مجرم اس وقفے سے فائدہ اٹھا لے۔۔"

"تو آدمیوں کی طرح پوچھو نا" آخر فضل نے ہتھیار ڈال دیے "انور عارف کو اعشاریہ تین آٹھ کے پستول سے ہلاک کیا گیا تھا"

"اوہ!" سرفراز کے منہ سے نکلا۔

"کیا تمہیں وہ پستول مل گیا ہے" فضل نے پھر سوال کیا مگر سرفراز نے کوئی جواب دیے بغیر ریسیور رکھ دیا۔

"کیا ہوا۔۔۔" فاضل نے پوچھا۔

"قتل اسی پستول سے کیا گیا ہے" میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں"

"اور اس پستول کے ملنے کے بعد آپ پر بھی حملہ کیا گیا"

"ہاں!۔۔۔ اب صرف ایک الجھن باقی ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔"

"رفعت سلطانہ۔"

"خوبصورت الجھن کیسے۔"

"مجرم میرے سامنے ہے۔۔۔ مگر اس کے خلاف فی الحال میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

"آپ کے سامنے ہے۔۔۔ مگر مجھے تو نظر نہیں آ رہا ہے۔"

"تم تو اندھے ہو۔"

"پکڑ کر اندر کر دیجیے۔۔۔ اگلوا لیں گے۔"

"نہیں۔۔۔ میں رنگے ہاتھوں پکڑوں گا۔"

"آخر مجرم ہے کون؟"

"کیا تم اب بھی نہیں سمجھ سکے۔"

"آخر آپ مجھے بتا کیوں نہیں دیتے۔"

"ابھی نہیں۔۔۔ ہو سکتا ہے میں ہی غلطی پر ہوں۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"میں بھی انسان ہوں فاضل ڈیئر۔۔۔ مجھ سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔"

"تو کب پکڑ رہے ہیں آپ مجرم کو۔"

"چوبیس گھنٹے کے اندر اندر۔"

"گویا ابھی پورا ایک دن انتظار کرنا ہوگا۔"



"ہاں!۔۔۔ ثبوت کے لیے نا سے پاپڑ بیلنے ہوں گے۔۔۔ تم صبح سویرے ہی رفعت کی نگرانی شروع کر دوگے۔"

"اور کوئی حکم۔"

"بس!"

"فی الحال تم آرام کرو۔۔۔" سرفراز اٹھتا ہوا بولا۔

"آپ کہاں چلے!"

"میں۔۔۔ میں اپنے شک کو یقین میں بدلنے جا رہا ہوں۔"

✥ ✥ ✥

# مرمت

وہ تینوں ساگر کے مکان میں موجود تھے... میز پر وہسکی کی بوتل تھی اور ان کے ہاتھوں میں گلاس تھے۔

"سرفراز پھر بچ گیا۔ اس کے ستارے ہی بہت اچھے ہیں!" تیمور جھومتے ہوئے بولا۔

"مگر یار!.... وہ لڑکی کون تھی.... اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا!" افتخار نے پوچھا۔

"ہوگی باس کی منظورِ نظر!"

"کیا فائر اسی نے کیا تھا!" ڈیوڈ نے پوچھا۔

"خدا جانے!"

"میرا خیال ہے کہ کار میں باس خود بھی موجود تھا....!" تیمور نے رائے ظاہر کی۔

"اب سرفراز پر دوسرے حملے کی خبر کے منتظر رہو... میرا خیال ہے، جلد ہی ہوگا!"

"مگر اس کے ستارے!" ڈیوڈ کے لہجے میں مایوسی تھی۔



"ضروری نہیں کہ وہ ہر بار بچ جائے.... اور پھر باس اس مرتبہ پوری طرح [illegible]ظاہر ہو کر حملہ کرے گا!"

"مصیبت یہ ہے...."

فون کی گھنٹی بجی۔ تیمور نے ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو... تیمور!.... کیا رپورٹ ہے!"

تیمور نے سرفراز پر حملے کا حال کہہ سنایا۔

"اس کے بعد وہ کہاں گیا تھا!"

"اس.... اس کے بعد...."

"ہاں کیوں... کیا تم نے تعاقب کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا!"

"ج.... جی ہاں... اس نے کار کی رفتار بہت سست کر لی تھی... اس لیے [illegible]ں نے اپنے ٹیکسی ڈرائیور کو آگے نکل جانے کے لیے کہہ دیا.... ورنہ سرفراز کو شبہ ہو جاتا!"

"مگر اس نے رفتار آہستہ کیوں کر لی تھی!" باس نے پوچھا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں باس!"

"کیا اس نے تمہارا تعاقب نہیں کیا تھا!"

"م... میرا... نہیں تو باس!"

"میرا خیال ہے اس نے تعاقب ضرور کیا ہوگا... خیر کوئی بات نہیں.... میں [illegible] لوں گا...."

"اب ہمارے لیے کیا حکم ہے باس.... یا...."

اس کے الفاظ درمیان ہی میں رہ گئے کیوں کہ اسی وقت اس کی نظر دروازے پر

پڑی تھی جہاں سرفراز ہاتھ میں پستول لیے کھڑا تھا۔ ساتھ ہی ڈیوڈ اور افتخار کی آنکھیں بھی پھیل گئیں۔

"کیا بات ہے... تم ہکلائے کیوں؟" دوسری طرف سے باس نے پوچھا۔

"ج... وہ..." تیمور گڑبڑا گیا۔

"خبردار!... میرے ہاتھ میں سائیلینسر لگا ریوالور ہے۔" سرفراز نے دبی آواز میں وارننگ دی۔

"کچھ نہیں... جناب!..."

"جناب... یہ تم اچانک باس کہتے کہتے جناب پر کیوں اتر آئے؟"

"ریسیور رکھ دو!" سرفراز پھنکارا۔

تیمور نے لرزتے ہاتھوں سے ریسیور رکھ دیا۔

"کریڈل میں نہیں... میز پر رکھو۔"

تیمور نے بے چون و چرا تعمیل کی۔

"ہاں! اب بتاؤ... تم کس سے باتیں کر رہے تھے؟"

"کیوں بتاؤں، آپ کیا حق رکھتے ہیں پوچھنے کا؟"

"حق... بہت خوب... گویا پہلے مجھے یہاں حق جتانا پڑے گا؟"

"اچھی زبردستی ہے؟"

"تم میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے... کیا تمہیں اس کا حق پہنچتا ہے؟" سرفراز
ساتھ ہی اس کے ریوالور سے ایک شعلہ نکلا اور افتخار ہاتھ پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"تم نے بھی جیب سے کوئی ہتھیار نکالنے کی کوشش کی تو یہی انجام ہوگا...



بے خبر نہیں ہوں۔" سرفراز نے ڈیوڈ اور تیمور کو وارننگ دی۔

افتخار کے ہاتھ سے خون کی بوندیں تیزی سے ٹپکنے لگیں۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

تیمور اور ڈیوڈ نے ہاتھ اٹھا دیے۔

"افتخار، تم بھی!"

"میں کیسے اٹھاؤں... میرا ہاتھ زخمی ہو چکا ہے۔" افتخار کی آواز بھیک مانگ رہی تھی۔

"تب تم... میرے نزدیک آ جاؤ... سب سے پہلے میں تمہاری تلاشی لوں گا۔"

افتخار اٹھ کر سرفراز کے پاس چلا آیا۔ سرفراز نے اس کی جیب سے پستول نکال لیا۔ ساتھ ہی اس نے کھڑکی میں سے پستول باہر اچھال دیا۔ اس کے بعد اس نے باری باری تیمور اور ڈیوڈ کی تلاشی لی۔ ان کے پستولوں کا بھی وہی حشر ہوا جو افتخار کے پستول کا ہوا تھا۔

"اب ہم دوستانہ فضا میں بات کر سکیں گے۔" سرفراز نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ ریوالور کا جیب میں رکھنا تھا کہ تینوں شیر ہو گئے۔

"اب تم میرے سوالات کے جواب دو گے یا پہلے مرمت کی ضرورت ہے؟"

"ہم تین ہیں!" تیمور نے گویا دھمکی دی۔

"دو کہو... افتخار کیا ہاتھ چلا سکے گا... اور اگر تم دس بھی ہو تو کیا فرق پڑتا ہے۔ تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟" سرفراز نے نرمی سے پوچھا۔

اچانک تیمور نے سرفراز پر چھلانگ لگائی، مگر دیوار سے جا ٹکرایا کیونکہ سرفراز جھک

سے اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا۔ اگر وہ اس جگہ سے بھی چھلانگ نہ لگا دیتا تو ڈیوڈ کا گھونسا اس کی کنپٹی پر پڑا ہوتا۔ ڈیوڈ کا گھونسا بھی دیوار پر پڑا۔۔۔ اور ساتھ ہی سرفراز کی لات اس کی کمر پر پڑی۔ وہ بھینسے کی طرح ڈکرایا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔

تیمور سنبھل چکا تھا اور دوسرا حملہ کرنے کے لیے پر تول رہا تھا۔ سرفراز لاپروائی سے کھڑا اسے اس طرح مسکرا کر دیکھ رہا تھا جیسے وہ ایک ننھا سا بچہ ہو اور اس کی حرکتیں اسے محظوظ کر رہی ہوں۔

اس مرتبہ تیمور کا حملہ وحشیانہ انداز کا تھا۔ اس نے مکہ سرفراز کے منہ پر مارا جو خلا میں لہرا کر رہ گیا۔ دوسرے ہی لمحے سرفراز کا پاؤں اس کے پیٹ میں لگا۔ اس کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی اور زمین بوس ہو گیا۔

"تم کیا کہتے ہو؟" سرفراز نے افتخار سے پوچھا۔

"م۔۔۔ میں۔۔۔ کچھ نہیں۔"

تیمور اور ڈیوڈ میں اب اتنا دم نہیں رہا تھا کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے بھی ہو سکتے۔ ان کی خوفزدہ نگاہیں سرفراز پر جم کر رہ گئیں۔

"ہاں تو۔۔۔ بتاؤ تم کس کے اشاروں پر ناچ رہے ہو؟"

تینوں خاموش رہے۔

"اگر تم لوگ میرے سوالوں کے جواب نہیں دو گے تو میرے ہاتھ پاؤں پھر چلنے لگیں گے۔۔۔ میں ابھی تھکا نہیں۔" سرفراز نے سرد لہجے میں کہا۔ وہ پھر بھی خاموش رہے۔

"ہاں۔۔۔ تم بولتے ہو یا نہیں؟"

"ہم اس کا نام نہیں جانتے۔۔۔ اور نہ ہی اس کی شکل دیکھی ہے۔" تیمور نے کہا۔



"پتا تو ضرور جانتے ہو گے؟"

"نہیں۔۔۔ ہم پتا نہیں جانتے۔۔۔ پیغامات فون پر موصول ہوتے ہیں۔"

"ظاہر ہے کہ تم اس کا فون نمبر بھی نہیں جانتے ہو گے۔۔۔"

"نہیں!"

"کیوں۔۔۔ کیا تم نے معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"کی تھی۔۔۔ مگر وہ ہر بار پبلک بوتھ سے فون کرتا ہے۔"

"ہوں!۔۔۔ ساگر کہاں ہے؟"

"کل سے اس کا کوئی پتا نہیں۔۔"

"کیوں!"

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔" افتخار ہکلایا۔

"ہاں ہاں۔۔۔ بولو۔"

"اسے باس نے بلایا تھا۔۔۔ پھر لوٹ کر نہیں آیا۔"

"اس کا مطلب ہے تمہارے باس نے اسے ختم کر دیا۔"

"نہیں۔۔۔ باس نے اسے انعام کی رقم دی تھی۔۔۔ وہ اکیلے ہی ہضم کرنے کے لیے غائب ہو گیا۔"

"یہ کس کا خیال ہے تمہارا یا تمہارے باس کا؟"

"جی۔۔۔ باس کا۔"

"ہوں۔۔۔ تو تم اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے؟"

"نہیں!"

"میں کیسے یقین کروں؟"

"ہم قسم کھانے کو تیار ہیں۔"

"شاکر بھی تمہارا ساتھی تھا؟"

"جج... جی ہاں!"

"اسے ساگر نے قتل کیا تھا؟"

"ہاں!"

"باس کے حکم سے"

"ہاں!"

"شاکر اور ساگر اس کا پتا جانتے تھے؟"

"جی ہاں! وہ ان کو بلا لیا کرتا تھا!"

"تو شاکر اور ساگر نے بھی تمہیں اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا!"

"نہیں... اصل شکل میں وہ ان کے سامنے بھی کبھی نہیں آیا۔"

"اچھا... ٹھیک ہے... میرے خیال کے مطابق تمہارے باس کو یہاں ضرور پہنچنا چاہیے... کیوں کہ فون کا سلسلہ اس طرح بند ہونا اسے ضرور چونکا دے گا... اس لیے اب میں جاتا ہوں..."

یہ کہہ کر سرفراز کمرے سے نکل گیا...

☆ ☆ ☆

سرفراز کے نکلتے ہی تیمور نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر وہ افتخار کی طرف متوجہ



ہوئے... جس کے ہاتھ سے کافی خون نکل چکا تھا۔ فرش داغ دار ہوتا جا رہا تھا۔

"جلدی سے میری پٹی کر دو۔"

"ابھی لو..."

ڈیوڈ اپنا رومال جیب سے نکال کر اس کے ہاتھ پر پیچ کرنے لگا... فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو... تیمور... کیا بات ہے تم سے یہ بدتمیزی کیوں سرزد ہوئی۔"

"باس!... یہاں سرفراز آ گیا تھا... اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا... اور اس نے فون کا ریسیور رکھنے کا حکم دیا تھا۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا، اس لیے میں نے یہاں آنے کی ضرورت نہ سمجھی... وہ یہیں اس پاس میرا انتظار کر رہا ہو گا!"

"جی نہیں... وہ واپس جا چکا ہے۔"

"تمہارا خیال غلط ہے... اور یہ بات جلد ہی ثابت ہو جائے گی۔"

"پھر... ہم کیا کریں باس؟"

"کچھ نہیں... البتہ کل شام... تم ہوٹل ذی شان کے باہر منتظر رہنا... ناظم ایک لڑکی کے ساتھ باہر نکلے گا... وہ لڑکی اسے میرے ٹھکانے پر لائے گی... تم اس کا تعاقب کرو گے... لیکن تعاقب کرنے (سے) پہلے تمہیں یہ دیکھنا ہے کہ ان کا تعاقب تو کوئی اور نہیں کر رہا...؟"

"بہت بہتر باس!"

سلسلہ منقطع ہوا ہی تھا کہ سرفراز پھر اندر در آیا... ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا۔

دونوں ناشتے کی میز پر موجود تھے۔

"فکر نہ کرو... اگر تم میرے سامنے ہو تو تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں گی۔ کم
از کم تمہاری زبان میں تو ضرور ہتھکڑیاں ڈالنی پڑیں گی۔"

"زبان میں... مگر... اس کے لیے تو کوئی سپیشل قلم کی ہتھکڑی بنانی پڑے گی۔"

"میں بنوا لوں گا فرزند!"

"پھر... قاتل کون ہے۔"

"کچھ تم بھی اپنا خیال ظاہر کرو۔"

"میرا خیال... تو یہ ہے... کہ... قاتل رفعت سلطانہ ہے..."

"تمہارا مطلب ہے رفعت کسی گروہ کی کارکن ہے۔"

"بلکہ وہ کسی گروہ کی سرغنہ ہے۔"

"اوہو... تمہارے خیال میں اس قدر فرق کیسے آ گیا... تمہارے نزدیک تو وہ
گناہ تھی!"

"حسین ہونے کی وجہ سے... حسین آدمی ہر حال میں حسین ہوتا ہے... اور
حسن اس کے عیبوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔"

"آج کل فلسفی ہو رہے ہو۔"

"آپ کی صحبت کا اثر ہے۔"

"ہے! تو کیا میں فلسفی ہوں۔"

"آپ نے بتایا نہیں... کہ قاتل کون ہے؟"

"اب میں کیا بتاؤں... تم نے بتا تو دیا ہے۔"



وہ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"تمہارا باس یہاں نہیں آئے گا... اسے تم سے... تمہاری ذات سے کوئی دلچسپی
نہیں ہے... یا... یا پھر وہ بہت بزدل ہے... خیر... اس نے فون پر کیا کہا ہے؟"

"پوچھ رہا تھا کہ فون بند کیوں کر دیا تھا۔"

"اور کچھ!"

"اور کچھ نہیں۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔"

"آپ کا جو جی چاہے، سمجھیں۔"

"خیر... میں یہاں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا... صرف اتنا کہوں گا... کہ
اگر تم اس وقت میرے ساتھ مکمل تعاون کرو... یعنی جو کچھ تمہیں معلوم ہے، حرف بہ حرف
بتا دو... تو میں اس معاملے میں تمہیں نہیں گھسیٹوں گا۔"

"ہمیں اور کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔" تیمور نے مستحکم لہجے میں کہا۔

"آل رائٹ!" سرفراز نے کہا اور مڑ گیا۔

❖ ❖ ❖

"امید ہے رات آپ کا شک یقین میں بدل گیا ہوگا۔"

"ہاں! اب قاتل میرے سامنے ہے۔"

"معاف کیجیے گا... آپ کے سامنے [illegible] ہوں۔"

"کیا!... یعنی میرا خیال صحیح ہے۔"

"ہاں!... آخر تم میرے ہی شاگرد ہو۔"

"مگر... اس جرم کی تہ میں کون سا مقصد کارفرما ہے۔"

"صرف دولت کی ہوس.." سرفراز کچھ سوچتے ہوئے بولا.. "اور ہاں.... میں نے تمہیں جاوید کی نگرانی کرنے کے لیے کہا تھا..."

"وہ تو میں کر رہا ہوں۔"

"آج تمام دن اس کی نگرانی ضروری ہے۔"

"مگر... مگر شام کو تو..."

"تمہیں ذی شان ہوٹل جانا ہے۔"

"جی ہاں۔"

"آج تم ذی شان ہوٹل نہیں جاؤ گے۔"

"یہ نصیحت ہے یا حکم۔"

"حکم!"

"تو میں چلا... جاوید کے گھر۔"

"ضرور جاؤ... مگر محتاط رہنا۔"

"کیا وہ اتنا خطرناک آدمی ہے۔"

"ہو سکتا ہے خطرناک ہی ثابت ہو جائے۔"

"خیر... دیکھا جائے گا..."

فاضل ناشتے سے فارغ ہو چکا تھا۔ اس لیے وہ اٹھ کر اندر چلا گیا۔ جلد ہی وہ کپڑے تبدیل



کر کے واپس آیا۔ سرفراز ناشتے کی میز پر موجود نہیں تھا۔ اس نے اپنی موٹر سائیکل نکالی اور جاوید کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے شگفتہ ناز ناچ رہی تھی۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ ایک ادھیڑ عمر کے ملازم نے دروازہ کھولا۔

"جی فرمایئے!... کس سے ملنا ہے۔"

"مسٹر جاوید سے۔"

"وہ تو تشریف نہیں رکھتے۔"

"نہ رکھتے ہوں!"

"جی! کیا مطلب!"

"شگفتہ ناز ہیں۔" فاضل نے سر کو جھٹکا دیا۔

"جی ہاں!"

"تو میرا کارڈ ان تک پہنچا دو۔" فاضل نے جیب سے تعارفی کارڈ نکالتے ہوئے کہا۔

ملازم کارڈ لے کر چلا گیا۔ شگفتہ خود ہی دروازے تک دوڑی آئی۔

"آیئے آیئے... فاضل صاحب۔"

وہ اسے ڈرائنگ روم میں لے آئی۔

"مسٹر جاوید نہیں ہیں۔"

"جی نہیں... صبح سویرے ہی گھر سے نکل گئے تھے۔"

"اوہ! میں انہیں سے ملنے آیا تھا۔"

"خیریت تو ہے۔"

"ہاں! گھبرانے والی کوئی بات نہیں۔"

"اچھا! میں ملازم سے چائے وغیرہ کے لیے کہہ آؤں۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔"

"ایسا بھی کیا!" شگفتہ ناز اتنا کہتی ہوئی چلی گئی۔

کمرے میں فون موجود تھا۔ فاضل فوراً فون کی طرف بڑھا، اور گھر کے نمبر ڈائیل کیے۔

"ہیلو!... میں فاضل ہوں..."

"جی فرمایئے۔"

"کون رحیم... سرفراز صاحب کو فون پر بلاؤ۔"

"جی وہ تو دفتر جا چکے ہیں۔"

"اچھا!" فاضل نے ڈسکنکٹ کر کے دفتر فون کیا۔

"ہیلو... میں فاضل ہوں... کیا آپ یہاں موجود ہیں۔"

"جی ہاں... فرمایئے کیا تکلیف ہے؟"

"جاوید گھر سے غائب ہے... اب میں اس کی نگرانی کیسے کروں۔"

"ٹھیک ہے... تم واپس آجاؤ۔"

"تو میں شگفتہ کی نگرانی کیوں نہ کروں۔"

"بکو مت۔" سرفراز نے جھنجھلا کر کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اسی وقت شگفتہ اندر داخل ہوئی۔

"کسے فون کر رہے تھے آپ؟"



"اپنے والد بزرگوار کو۔"

"جی کیا مطلب!"

"مطلب یہ کہ سرفراز صاحب کو..."

"اوہ! اچھا!"

"میں نے انہیں بتایا ہے کہ جاوید صاحب موجود نہیں ہیں۔"

"کیا بھائی جان سے ضروری کام ہے۔"

"نہیں... ایسا ضروری تو نہیں ہے... بس کچھ سوالات کرنے تھے... جس دن یہاں سے ہاتھی دانت کا پستول برآمد ہوا تھا... اسی دن... یہاں سے واپسی پر ہی سرفراز صاحب پر حملہ ہوا تھا... یہی وجہ ہے کہ میرے آفیسر آپ کے بھائی جان کی طرف سے مطمئن نہیں ہیں۔"

"اوہ!... مگر بھائی جان تو ایسے نہیں ہیں۔"

"ٹھیک ہے... میں کب کہتا ہوں۔ یہ تو میرے آفیسر کے تاثرات ہیں۔"

ملازم چائے لیے اندر داخل ہوا۔ دونوں چائے پینے لگے۔

"اچھا!... میں اب چلتا ہوں... جوں ہی جاوید صاحب آئیں انہیں کہیے گا کہ اس نمبر پر فون کریں۔" فاضل نے کارڈ کی پشت پر دو نمبر لکھتے ہوئے کہا۔ یہ آفس اور گھر کے نمبر ہیں۔

"جی بہتر!"

فاضل وہاں سے سیدھا آفس پہنچا۔ سرفراز وہیں موجود تھا۔

"جہاں جاتے ہو... ناکامی تمہارے آڑے آتی ہے..." سرفراز نے

[illegible] کہا۔

"کیا کیا جانے.... جاوید تو صبح سویرے ہی گھر سے نکل گیا تھا۔"

"فکر نہ کرو.... میرا ایک آدمی اس کے پیچھے ہے.... اس وقت وہ شہر میں ہی موجود ہے۔"

"تو پھر مجھے وہاں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ گھر سے نکل چکا ہوگا.... یہ اطلاع تو مجھے ابھی ابھی موصول ہوئی ہے۔"

"آپ کے چوبیس گھنٹے آج رات کو پورے ہو رہے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں.... مجرم کے گرد میرا جال مکمل ہوتا جا رہا ہے.... ابھی کچھ کسر ہے.... تم فکر نہ کرو.... آج وہ ہمارے قبضے میں ہوگا۔"

"مجھے بھلا فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے.... فکر ہوگی نفلی کو.... جس کے ہاتھ سے کیس نکل کر آپ تک پہنچا ہے...."

"وہ بے چارہ تو اب اس محکمے سے نکلنے کی سوچ رہا ہے۔"

"کیوں کیوں۔"

"آئے دن کی ناکامیوں نے اسے اس قابل نہیں چھوڑا کہ یہاں رہے۔"

"مجھے اس سے ہمدردی ہے۔"

"نالائقوں سے نالائقوں کو ہمدردی ہوا ہی کرتی ہے۔"

"مجھے آپ سے بھی ہمدردی ہے۔" فاضل نے ڈھٹائی سے کہا۔

"آؤ چلیں! زیادہ باتیں نہ بناؤ۔"



"کہاں کا ارادہ ہے؟"

"آؤ تو!" سرفراز اٹھ کر باہر نکل آیا۔ فاضل کو بھی اٹھنا ہی پڑا۔

دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے۔ سٹیئرنگ سرفراز کے ہاتھ میں تھا۔

"آخر کہاں جا رہے ہیں آپ؟"

"بس دیکھتے رہو۔"

"دیکھتا رہوں.... کچھ بولوں نہ!"

"ہاں! میں یہی چاہتا ہوں۔"

"کیا میری آواز اتنی ہی بھدی ہے۔"

"نہیں تو.... یہ تو کسی لڑکی کی سریلی آواز سے بھی زیادہ دلکش ہے۔"

"شکریہ!"

سرفراز نے ایک جگہ کار روک لی، اور کار سے نکل کر ایک مکان کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

"بھلا یہ کسی کے مکان میں داخل ہونے کا کون سا طریقہ ہے۔" فاضل پیچھے سے مخاطب ہوا۔

"خاموش رہو۔"

"اچھا۔"

سرفراز نے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ مگر اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ پھر اس نے دروازے کو دھکیلا۔ دروازہ کھل گیا۔

دونوں اندر داخل ہو گئے۔

"ارے خون!" فاضل چیخا۔ فرش پر خون پھیلا ہوا تھا جو خشک ہو چکا تھا۔

"ہاں! رات میں نے یہاں ایک آدمی کا ہاتھ زخمی کیا تھا۔"

"کون تھا وہ؟"

"افتخار!"

"میں اس نام سے واقف نہیں ہوں۔"

"یہ شاکر اور ساگر کا مکان ہے... ان کے تین ساتھی اور بھی ہیں... جو اب بھی مجرم کے ساتھی ہیں۔"

"ہوں!"

سرفراز نے پورے کمرے کی تلاشی لی مگر کمرہ خالی تھا... صرف کرسیاں اور میز موجود تھی۔ رات والا ٹیلی فون بھی موجود نہیں تھا۔

"آؤ چلیں!" سرفراز اتنا کہہ کر کمرے سے نکل آیا۔

سڑک پر آکر سرفراز ایک پبلک فون بوتھ کی طرف بڑھا۔ فاضل بھی اس کے پیچھے تھا۔ اس کے چہرے پر اکتاہٹ کے آثار ہویدا تھے۔

"ہیلو!... کیا رپورٹ ہے؟"

"انہوں نے رات ہی کو یہ مکان چھوڑ دیا تھا۔"

"کوئی ان کے پاس پہنچا تھا؟"

"جی نہیں۔"

"اب وہ کہاں ہیں؟"

"سمتھ روڈ کی ایک سرائے میں موجود ہیں۔"



"ٹھیک ہے... اب نگرانی پر کون ہے؟"

"شوکت!"

"اسے کہو... کہ ایک پل کے لیے بھی انہیں اوجھل نہ ہونے دے اور خبر دیتا رہے۔"

"جی بہتر!"

سرفراز نے ریسیور رکھ دیا۔

"اب کہاں!"

"اب ہم شام تک گھر آرام کریں گے۔"

"اور شام کے بعد!"

"پھر مجرم کے گھر تک جائیں گے۔"

"اور اسے دن میں تارے دکھائیں گے کیوں ٹھیک ہے نا!"

"کیا آپ اس کے گھر سے واقف ہیں؟"

"واقف تو ہوں... لیکن وہ وہاں نہیں ملتا... بلکہ اس کا ٹھکانہ اور کہیں ہوتا ہے۔"

"اس ٹھکانے سے بھی آپ واقف ہیں؟"

"نہیں... اگر ایسا ہوتا تو آج سے کئی دن پہلے مجرم گرفتار ہو چکا ہوتا۔"

"پھر کیسے پتا چلے گا؟"

"میرا خیال ہے کہ مجرم خود ہی ہمیں اپنے گھر کا راستہ بتا دے گا۔"

"بڑا بے وقوف ہے؟"

"نہیں۔ ۔ ۔ حد سے زیادہ چالاک ہے۔ ۔ ۔ مگر اس کی چالاکی اُسے لے ڈوبے گی۔"

"مگر مجھے شام کو ذی شان ہوٹل جانا ہے۔"

"ہوٹل ذی شان۔ ۔ ۔ رفعت سلطانہ سے ملنے"

"جی ہاں! ۔ ۔ ۔"

"خیر چلے جانا۔"

"کیا!!"

"ہاں ہاں! چلے جانا۔"

"کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں۔"

"نہیں تو۔ ۔ ۔ اس وقت ہم بہ ہوش وحواس گاڑی میں بیٹھے اپنے گھر جا رہے ہیں۔"

"اور جلد ہی گھر پہنچنے والے ہیں۔" فاضل نے ٹکڑا لگاتے ہوئے کہا۔

فاضل کا ذہن اُلجھا ہوا تھا۔ ۔ ۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر مجرم کون ہے۔ سرفراز نے رفعت کے بارے میں اس کے خیال کی تائید کی تھی۔ ۔ ۔ مگر یہ ضروری تو نہیں کہ اس کا خیال درست ہی ہو۔ سرفراز کا انداز بھی تو غلط ہو سکتا ہے۔ ۔ ۔

وہ سوچ میں ایسا محو ہوا کہ اسے پتا ہی نہ چلا کب وہ گھر پہنچ گئے۔



# آخری مرحلے

فاضل سرِ شام ہی ذی شان ہوٹل میں داخل ہوا۔ دروازے میں کھڑے ہو کر اس ... [چاروں] طرف نگاہ دوڑائی۔ رفعت سلطانہ ایک میز پر موجود تھی۔ وہ اس کی طرف ... طرح بڑھا۔

"ہیلو رفعت!"

"... آ گئے آپ! میں تو سمجھی تھی آپ نہیں آئیں گے۔"

"... کیوں! یہ خیال کیوں کر آیا؟"

"میں نے سوچا شاید تم بھی اپنے باس کی طرح مجھے ایک مجرم گردانو۔"

"... ے توبہ توبہ۔ ۔ ۔ تم جیسی حسین لڑکیاں بھلا مجرم ہو سکتی ہیں۔ میں تو تم ... اپنے انپکٹر کو بھی سمجھاتا رہا۔ ۔ ۔ یہاں تک کہ اس کا دل بھی تمہاری طرف ... ف ہو گیا۔"

"... ج!"

"ہاں! بالکل سچ۔ ۔ ۔ ۔ تم کوئی فکر نہ کرو۔"

"آج میں تمہیں اپنے گھر لے چلوں گی۔ ۔ ۔ ۔ چلو گے؟"

"وہ کس لیے؟"

"یونہی۔ ۔ ۔ ۔ کیا تم میرا گھر نہیں دیکھنا چاہتے؟"

"اگر تم دکھانا ہی چاہتی ہو تو ضرور چلوں گا۔"

"کیا پیو گے؟"

"یہ تم بتاؤ۔ ۔ ۔ ۔ کیوں کہ بل میں ادا کروں گا۔"

"کولڈ ڈرنک۔"

"اس سردی میں!" فاضل نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ ۔ ۔"

"میں تو اس انگارے چبانے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ ۔ ۔ ۔ کیوں کہ سردی اب بڑھ گئی ہے۔"

"کولڈ ڈرنک کے اوپر چبا لینا۔" رفعت ہنسی۔

"اچھا!" فاضل نے کولڈ ڈرنک کا آرڈر دیا۔ جلد ہی بیرا مطلوبہ چیزیں لے آیا۔ دونوں شغل کرنے لگے۔ ۔ ۔ ۔

"تمہارے گھر میں اور کون کون رہتا ہے؟"

"صرف میں۔ ۔ ۔ ۔ میں شاید تمہارے باس کو بھی بتا چکی ہوں۔"

"ہاں! کل تم نے بتایا تھا۔ ۔ ۔ ۔ مجھے خیال نہیں رہا۔"

"کیا خیال ہے۔ ۔ ۔ ۔ اب چلنا چاہیے۔"



"جیسے تمہاری مرضی۔ ۔ ۔ ۔ مگر یہ تو سوچو۔ ۔ ۔ ۔ تم اپنے گھر میں بالکل اکیلی رہتی ہو۔"

"کیوں! میں یہ کیوں سوچوں؟"

"کیا تمہیں مجھ سے خوف محسوس نہیں ہوتا؟"

"خوف۔ ۔ ۔ ۔ وہ کیوں بھلا!"

"خیر۔ ۔ ۔ ۔ چلو۔" فاضل نے کہا۔

دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ فاضل نے کاؤنٹر پر جا کر بل چکایا۔ ۔ ۔ ۔ اور پھر رفعت کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھا۔

٭ ٭ ٭

تیمور، افتخار اور ڈیوڈ ایک ٹیکسی میں ذی شان ہوٹل کے باہر موجود تھے۔ ٹیکسی ایک نیم تاریک گوشے میں کھڑی تھی۔ ٹیکسی کا ڈرائیور ایک سگریٹ والے کی دکان پر کھڑا اس سے باتیں کرنے میں بے فکری سے مصروف تھا۔ کیوں کہ اس کی جیب گرم کی جا چکی تھی۔

"سمجھ میں نہیں آتا۔ ۔ ۔ ۔ کہ باس کا پروگرام کیا ہے۔" ڈیوڈ نے کہا۔

"فاضل کے ذریعے سے سرفراز کو پکڑنے کا ارادہ ہے۔" تیمور بولا۔

"مگر وہ ان کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے۔" افتخار نے سگریٹ کا دھواں چھوڑتے ہوئے کہا۔

"شاید وہ ڈرتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ کہ سرفراز ایک دن جرم کی تہ تک پہنچ جائے گا۔ یا ہو

سکتا ہے پہنچ بھی چکا ہو۔۔۔۔ اس صورت میں پھندا باس کی گردن میں نظر آئے گا"

"ہوں!۔۔۔۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہے"

"تفتیش جاری ہے۔۔۔۔ اور وہ بھی سرفراز کر رہا ہے۔۔۔۔ ہو سکتا ہے تفتیش کے کسی موڑ نے اسے گڑبڑا دیا ہو اور وہ انہیں ختم کر دینے کے درپے ہو"

"یار بات تو یہ ہے۔۔۔۔ اگر سرفراز اور فاضل کا کانٹا نکل جائے تو اس شہر میں پھر راج اپنا ہی سمجھو۔"

"ہاں! یار بات تو تمہاری ٹھیک ہے"

"تو آج ہم باس کے ٹھکانے سے بھی واقف ہو جائیں گے"

"ہو سکتا ہے اس کے کئی ٹھکانے ہوں"

"ہاں۔۔ ضرور یہی بات ہے"

"اب دیکھیں یہ کب یہاں سے نکلتے ہیں"

"سازش کے پیچھے باس کا دماغ کام کر رہا ہے۔۔۔ نکلیں گے ضرور"

"ساگر پھر کہیں نظر نہیں آیا"

"کہیں انسپکٹر سرفراز کا خیال ٹھیک ہی نہ ہو"

"وہ کیا!"

"یہ کہ باس نے اسے ختم کر دیا ہو"

"ہو سکتا ہے۔۔۔ ہم۔۔ مگر۔۔۔"

"مگر کیا!"

"پھر باس نے یہ کیوں کہا کہ وہ انعام کی رقم لے گیا ہے"



"اس لیے کہ ہم اس سے بدظن ہو جائیں"

"ہم اس سے بدظن ہو کر اس کا بگاڑ بھی کیا لیں گے"

"کم از کم یہ تو کر ہی سکتے ہیں کہ اس کے لیے کام کرنا چھوڑ دیں"

"اس صورت میں ہمارا کام بھی تمام کیا جا سکتا ہے"

"ارے! ہوشیار!" تیمور کے منہ سے نکلا۔

"کیا بات ہے؟"

"وہ دونوں آ رہے ہیں"

ان کی نگاہیں ہوٹل کے دروازے کی طرف اٹھیں۔ فاضل اور رفعت دروازے سے باہر آ رہے تھے۔ تیمور نے ٹیکسی کا ہارن بجایا۔ ڈرائیور تیزی سے ٹیکسی کی طرف بڑھا۔ اتنی دیر میں رفعت اور فاضل ایک ٹیکسی میں بیٹھ چکے تھے۔

"ہمیں اس ٹیکسی کے پیچھے چلنا ہے، مگر پہلے یہ دیکھنا ہے کہ کوئی اور تعاقب نہیں کر رہا۔"

"بہت بہتر!" ٹیکسی ڈرائیور نے جواب دیا، اور انجن سٹارٹ کرنے لگا۔

رفعت اور فاضل والی ٹیکسی چل پڑی۔۔۔۔ وہ اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔۔۔۔ اور جب دیکھا کہ کسی گاڑی نے ان کا پیچھا نہیں کیا تو تیمور نے ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ کیا۔

اب یہ لوگ رفعت اور فاضل کی ٹیکسی کا پیچھا کر رہے تھے۔

✤ ✤ ✤

ہوٹل ذی شان کے باہر ایک الیکٹرک پول کے نیچے کھڑا ہوا آدمی، جو یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ ایک پبلک بوتھ کی طرف بڑھا۔ اس نے کسی کے نمبر ڈائیل کیے۔

"ہیلو... سر... وہ روانہ ہو چکے ہیں۔"

"ان کا تعاقب کیا گیا ہے؟"

"یس سر!"

"وہ کون سی سڑک پر گئے ہیں؟"

"شاہراہ ہفتم۔"

"ٹھیک ہے... روانہ ہو جاؤ... میں آرہا ہوں... وائرلیس پر سمت کا تعین کر لوں گا۔"

"او کے سر!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے پر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اب وہ ایک جیپ کی طرف بڑھا... جو سڑک کے دوسری طرف موجود تھی۔

جاوید کے گھر کے فون کی گھنٹی بجی... شگفتہ نے فون کا ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو... جاوید صاحب ہیں؟"

"جی نہیں۔"

"کیا وہ صبح سے ہی گھر واپس نہیں آئے؟"

"جی نہیں! آپ کون صاحب ہیں..."

لیکن دوسری طرف سے اس کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا گیا اور ریسیور رکھ دیا گیا۔



ایک متوسط درجے کے مکان کے سامنے ان کی ٹیکسی رکی۔

"چلو! اترو۔" رفعت نے کہا۔

"مگر کل تو تم نے کسی اور سڑک کا نام لکھوایا تھا۔" فاضل ٹھٹکا۔

"نہیں تو... تم بھول رہے ہو۔"

"میں بھول رہا ہوں... یا تم بھول رہی ہو۔"

"تم!"

"دیکھ لو ڈارلنگ۔" فاضل کا لہجہ بے حد سرد ہو گیا۔

"کیا مطلب!"

"مطلب یہ کہ میں بہت برا آدمی ہوں۔"

"وہ تو میں جانتی ہوں... پولیس والے ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

"تم مجھے دھوکا دینے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"بس... ڈر گئے۔"

"ڈرتا کون ہے... چلو... دیکھا جائے گا۔" فاضل نے لاپروائی سے سر کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔

"آؤ۔" رفعت دروازے کی طرف بڑھی۔

فاضل نے تالے میں چابی گھومنے کی آواز سنی۔ وہ چوکنا ہو چکا تھا۔ اس کا ہاتھ جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کے دستے پر تھا اور انگلی ٹریگر پر۔

دروازہ کھل گیا۔ ۔ ۔ ۔ کمرے میں روشنی تھی مگر کوئی متنفس نہیں تھا۔ آخر وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ دروازہ ان کے پیچھے خودبخود بند ہوگیا۔

فاضل چونکا۔ سامنے لکڑی کا ایک تخت بچھا تھا۔ اس تخت پر ایک اونچی سی کرسی رکھی تھی اور کرسی پر۔ ۔ ۔ ۔ ایک سرتاپا سیاہ کپڑوں میں ملبوس شخص بیٹھا ہوا تھا۔ بس پورے جسم میں آنکھیں ہی تھیں جو نظر آرہی تھیں۔ ۔ ۔ ۔ وہ بھی صاف نہیں دیکھی جاسکتی تھیں۔ کیوں کہ ان کے آگے بھی باریک جالی کارفرما تھی۔

"باس شکار حاضر ہے۔" رفعت سلطانہ گنگنائی۔

دوسرے ہی لمحے فاضل کے ہاتھ میں ریوالور نظر آیا۔

"خبردار ہاتھ اوپر اٹھالو۔" فاضل نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"ہم نے ایسی غلطی کبھی نہیں کی۔" نقاب پوش بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ آواز ایسی تھی جیسے اس کا گلا بیٹھا ہوا ہو۔

"میں کہتا ہوں ہاتھ اوپر اٹھالو۔" فاضل گرجا۔

"ذرا ایک نظر اپنے چاروں طرف بھی ڈال لو۔" رفعت نے لچکدار آواز میں کہا۔

فاضل نے دیکھا کہ کمرے میں چاروں طرف سے ریوالوروں کی نالیں جھانک رہی تھیں اور یہ نالیں چار تھیں جو چار سوراخوں میں سے نکلی ہوئی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ سوراخ اسی مقصد کے لیے بنوائے گئے ہوں۔

"ریوالور پھینک دو۔ ۔ ۔ ۔ ورنہ تمہارا جسم چھلنی ہوجائے گا۔" نقاب پوش بولا۔

فاضل نے تذبذب کے بعد ریوالور پھینک دیا۔ جس کی طرف انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی۔





"اب سنو! میں نے اور سرفراز نے ایک ذہنی جنگ لڑی ہے۔ وہ میری شخصیت سے آگاہ ہوگیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ لہٰذا میں نے سوچا اسے اپنے جال میں پھانسوں۔ ادھر سرفراز نے سوچا۔ ۔ ۔ ۔ تمہیں قربانی کا بکرا بنایا جائے۔ اب تمہارے پیچھے ہی وہ بھی آرہا ہوگا۔ اور اندھا دھند اس کمرے میں چلا آئے گا۔ ۔ ۔ ۔ پھر انجام جو ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ وہ تمہارے سامنے ہی ہے۔"

"اوہ!" فاضل کانپ اٹھا۔

اسی وقت تیمور، افتخار اور ٹیوڈ اندر داخل ہوئے۔

"کیوں!۔ ۔ ۔ ۔ تمہارا تعاقب کیا گیا یا نہیں۔"

"نہیں باس!" تیمور بولا۔

"تم گدھے ہو۔ ۔ ۔ ۔ خیر۔ ۔ ۔ ۔ کوئی بات نہیں۔ ۔ ۔ ۔ آج یہ دونوں بچ نہیں سکتے۔ کیوں فاضل۔ ۔ ۔ ۔ اب کیا کہتے ہو۔"

"موت کی میری نظروں میں کوئی اہمیت نہیں۔"

"تم نے موت آتے دیکھی ہی کب ہے۔ ۔ ۔ ۔ ایسی موت جو اذیتیں سہنے کے بعد آئے۔ ۔ ۔ ۔ تم خواہش کروگے۔ ۔ ۔ ۔ مگر خواہش کے مطابق موت نہیں آئے گی۔"

"تم مجھے ڈرانے کی کوشش نہ کرو۔"

دروازہ کھلا۔ اور سرفراز اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

"ہاہاہا!" نقاب پوش کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔

"ہاتھ اوپر اٹھالو۔" سرفراز نے تخت کے پیچھے سے کہا۔

"پہلے اپنے اردگرد تو دیکھ لو۔ ۔ ۔ ۔" نقاب پوش نے کہا۔ ساتھ ہی اس کے

تینوں ساتھیوں نے پستول نکال لیے۔ سرفراز نے چاروں طرف دیکھا۔

"اوہ!... "اس کے منہ سے نکلا۔

"ریوالور پھینک دو انسپکٹر سرفراز" نقاب پوش گرجا... سرفراز نے اپنا ریوالور زمین پر ڈال دیا۔

"کیوں فاضل... اب کیا خیال ہے"

مگر فاضل کیا جواب دیتا... اسے تو سانپ سونگھ گیا تھا۔ آج تک اس نے سرفراز کو اتنی زبردست شکست کھاتے نہیں دیکھا تھا۔

"چلو... جکڑ لو انہیں"

تیمور اور ڈیوڈ آگے بڑھے اور ریشم کی ڈوری سے انہیں باندھنے لگے۔

"اب تم لوگ اندر آجاؤ" نقاب پوش نے ان چار ریوالور برداروں سے کہا جو باہر پوزیشن لیے ہوئے تھے۔

چار آدمی اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے اپنے ریوالور جیب میں ڈال لیے تھے، فاضل اور سرفراز کے ہاتھ پشت پر باندھ دیے گئے تھے۔

"کیوں انسپکٹر صاحب... تمہاری شہرت آخر کن معرکوں کی رہین منت ہے... تم تو چوہوں کی طرح پکڑ لیے گئے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا، کہ اتنی آسانی سے قبضے میں آجاؤ گے"

سرفراز کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔

"ارے... تم چپ کیوں ہو گئے... بولو... چہکو... کہ یہ تمہاری زندگی کے آخری لمحات ہیں"



سرفراز خاموش رہا۔

"معلوم ہوتا ہے اب تمہاری زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکلے گا"

"کیا انور عارف کو قتل تم نے کیا ہے؟" سرفراز نے پوچھا۔

"ایک انور عارف... میں نے نہ جانے کتنے خون کیے ہیں..."

"مقصد..."

"دولت... اور کیا مقصد ہو سکتا ہے"

دروازہ ایک بار پھر کھلا اور سرفراز ہاتھ میں مشین گن لیے ہوئے اندر داخل ہوا۔

"بس میرے دوست تمہارے انہی الفاظ کی مجھے ضرورت تھی۔ اب تم سب ہاتھ اوپر اٹھا لو" سرفراز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"تم... تم..." نقاب پوش ہکلایا۔ اور سب کے ہاتھ اوپر اٹھتے چلے گئے۔

"ہاں! میں سرفراز... غور سے دیکھ لو... جسے تم سرفراز سمجھ رہے ہو، وہ میرا ایک اسسٹنٹ شاہد ہے... اب کہو میں چوہوں کی طرح پکڑا گیا ہوں یا تم..."

اسی وقت مشین گن سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی اور دو آدمی وہیں ڈھیر ہو گئے۔

"کسی نے پستول نکالنے کی جرأت کی، تو اس کا بھی یہی انجام ہوگا۔ تیمور... تم ان دونوں کو کھول دو"

تیمور نے آگے بڑھ کر فاضل اور شاہد کی رسیاں کاٹ دیں۔

"اب تم دونوں ان سب کو باندھ لو... انہیں باندھنا نہ بھولنا... جو

زمین بوس ہو گئے ہیں۔ کیوں کہ گولیاں ان کی ٹانگوں پر لگی ہیں۔"

فاضل اور شاہد ان کو رسیوں سے جکڑنے لگے۔ آخر میں نقاب پوش رہ گیا۔

"اب اسے بھی باندھ لو!" سرفراز نے کہا۔

فاضل اس کی طرف بڑھا۔۔۔۔ لیکن دوسرے ہی لمحے نقاب پوش کی لات اس کے پیٹ میں لگی اور فاضل پیٹ پکڑ کر بیٹھ گیا۔ شاہد آگے بڑھا۔

"ٹھہرو شاہد۔۔۔۔ تم نہیں۔۔۔۔ تم بھی چوٹ کھاؤ گے۔۔۔۔۔ ادھر آ جاؤ۔۔ یہ مشین گن سنبھالو۔۔۔ اسے میں دیکھتا ہوں۔"

سرفراز آہستہ آہستہ نقاب پوش کی طرف بڑھنے لگا۔ نقاب پوش فضا میں اچھلا اور سیدھا سرفراز پر آیا۔ سرفراز پھرتی سے نیچے بیٹھ گیا اور نقاب پوش دیوار سے جا ٹکرایا۔ نقاب پوش نے پورے زور سے گھونسا سرفراز کی کنپٹی پر مارا۔ جو دیوار پر پڑا۔ اسی لمحہ سرفراز کا گھونسا نقاب پوش کی ٹھوڑی پر پڑا اور وہ پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ بس پھر کیا تھا۔۔۔ سرفراز نے اس پر گھونسوں اور لاتوں کی بارش کر دی۔

ایک بار سرفراز کی ٹانگ نقاب پوش کے ہاتھ میں آگئی۔ اس نے پھرتی سے ٹانگ کو موڑا۔۔۔ سرفراز الٹ گیا۔ نقاب پوش نے اٹھنے میں پھرتی دکھائی۔ لیکن اتنی دیر میں سرفراز بھی سنبھل چکا تھا۔

اس مرتبہ سرفراز کا گھونسا اس کی ناک پر لگا اور نقاب پوش بلبلا اٹھا۔ پھر جوتے کی ایڑی بھی اس کے پیٹ میں لگی۔ نقاب پوش زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ سرفراز جھکا اور اس کا نقاب نوچ لیا۔

فاضل اور شاہد کے منہ سے دبی دبی چیخیں نکل گئیں۔



"یہ۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔ یعنی کہ یہ۔۔۔"

"ہاں!۔۔۔۔ یہ ملک کا مشہور انسان۔۔۔ شہر کا سب سے بڑا دولت مند اور سماجی کارکن جو اس مرتبہ الیکشن میں حصہ لے رہا ہے۔۔۔۔ داؤد خان۔۔۔!"

فاضل کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ خود نقاب پوش کے آدمی بھی متحیر تھے۔۔۔ رفعت تو سب سے زیادہ حیرت زدہ تھی۔

"مگر۔۔۔ آخر قتل کا مقصد؟"

"انور عارف کی الیکشن میں کامیابی کی زبردست امید تھی۔ کیوں کہ وہ غریبوں کا ہمدرد تھا۔ اگر وہ کھڑا نہ ہوتا تو قتل بھی نہ ہوتا۔ کیوں کہ اس کے علاوہ کوئی بھی اتنا مقبول نہ تھا کہ اسے شکست دے سکتا۔"

"آپ کو کب اندازہ ہوا کہ قاتل یہ ہے؟"

"اسی دن۔۔۔ جب اس نے کار کی خرابی کا بہانہ کر کے میرا راستہ روکا تھا۔ اگر یہ میرا راستہ نہ روکتا تو میں شاکر کو جا لیتا اور پھر سب کچھ اگلوا لینا میرے لیے ناممکن نہ ہوتا۔ شاکر اس کے تمام ٹھکانوں سے بخوبی واقف تھا۔"

"لیکن آپ جاوید کی نگرانی کیوں کراتے رہے۔ جب کہ اس بات کا آپ کو پہلے ہی یقین ہو چکا تھا؟"

"اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنے کے لیے۔۔۔۔۔ یہ دراصل میری نگرانی کر رہا تھا۔"

"مگر جاوید گھر سے غائب کیوں ہو گیا؟"

"وہ بیچارا بھی یہیں کہیں ہوگا۔ اس کی کوشش یہی تھی کہ جاوید پر شک کیا جائے۔"

ہی محدود ہو کر رہ جائیں۔"

"ہوں... تو یہ بات تھی۔"

"شاہد تم دوسرے کمروں میں جا کر جاوید کو تلاش کرو۔"

"جی بہت بہتر!"

شاہد تھوڑی دیر بعد جاوید کو ساتھ لیے ہوئے اندر داخل ہوا۔

"یہ ایک کمرے میں رسیوں سے جکڑے پڑے تھے۔"

"چلو... اب یہاں سے چلنے کی تیاری کرو۔"

"مگر ان جنازوں کا کیا ہوگا۔"

"ان کے لیے باہر ویگن موجود ہے۔"

"چلو رنعت ڈارلنگ... تمہیں بڑے گھر کی سیر کرادوں... مجھے افسوس ہے کہ آج میں تمہیں ہوٹل ذی شان میں دعوت نہیں دے سکوں گا... اور ہاں... جناب... مجھے ذرا راستے میں ہی اتار دیجیے گا... یہی ذی شان ہوٹل کے پاس کیوں کہ اب پھر مجھے ایک عدد آخری اور سچی محبت کی تلاش ہے... جی ہاں... شکریہ۔"

---

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود فاروق فرزانہ اور

# ھوا کے قیدی

انسپکٹر جمشید کے کارنامے نمبر ۲۸

مصنف : اشتیاق احمد

- وہ پانچوں افریقہ کے لیے جہاز پر سوار تھے کہ اچانک جہاز کا رُخ بدل گیا۔
- کیپٹن سوتان کون تھا۔ اس کے پاس کیا چیز تھی۔
- جہاز کی پرواز کے دوران ایک خوفناک ہنگامہ، مسافروں کی جان پر آبنی۔
- ایسے میں انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق، فرزانہ اور بیگم جمشید حرکت میں آتے ہیں۔

ایک ناول جو آپ کو مدتوں یاد رہے گا۔

قیمت : ۵/۵۰ روپے

مکتبہ اشتیاق راجپوت مارکیٹ پہلی منزل۔ اردو بازار لاہور



علیؓ کی باتیں کے بعد

مکتبہ اشتیاق کی ایک اور لافانی پیش کش

# حسینؓ کی باتیں

مصنف : اشتیاق احمد

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد کیا واقعات پیش آئے۔
حضرت امام حسنؓ سے لے کر حضرت امام حسینؓ تک کے تاریخی حالات واقعات کی لڑیوں کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔
کربلا کے شہیدوں پر ایک بالکل نئے انداز کی اچھوتی کتاب۔
اس سے پہلی چاروں کتابوں کی طرح انتہائی دلچسپ اور سنسنی خیز پیرائے میں۔
یکم فروری ۱۹۸۱ء کو اپنے بک سٹالوں سے خرید فرمائیں۔

براہ راست ہم سے بھی طلب فرما سکتے ہیں

مکتبہ اشتیاق راجپوت مارکیٹ پہلی منزل۔ اردو بازار لاہور

قیمت ۲/۵۰

آئندہ ناول کی ایک جھلک

انسپکٹر کامران مرزا، آفتاب

اور

آصف کے کارنامے نمبر۲

# اینٹ کا جواب

مصنف: اشتیاق احمد

- انسپکٹر کامران مرزا کے گھر میں ایک بوڑھا داخل ہوا۔ اس نے انہیں اپنا نام ہابیل بتایا۔
- تھوڑی دیر بعد ہی دوسرا بوڑھا آ دھمکا اور اس نے اپنا نام قابیل بتایا۔
- آفتاب اور آصف کی بوکھلاہٹیں اس وقت دیکھنے کے قابل تھیں۔ جب انہوں نے اپنے باپ کا نام آدم بتایا۔
- انسپکٹر کامران مرزا کو ایک غدار کے روپ میں دیکھیے
- ایک ریاست کی خونی کہانی۔

مکتبہ اشتیاق ۲ بشیخ سٹریٹ۔ اسلام پورہ۔ لاہور

ڈیر اشتیاق جی! گلہائے عقیدت! اس مرتبہ آپ کے ناول ایک سازش ایک جال، زہریلا کمرہ اور عمر کی باتیں تمام دھنک رنگ سجائے ملے۔ اس وقت یہ تینوں ناول میرے سامنے ہیں اور میں سوچ رہا ہوں کہ ان کی تعریف میں کن الفاظ کو صفحہ قرطاس پہ بکھیروں کہ ان ناولوں کی تعریف مکمل نہ ہو۔ آپ ناول کے شروع میں دو باتیں کے نیچے اپنے دستخط چھپوایا کریں، باقی میرا خیال ہے کہ آپ کچھ مغرور ہو گئے ہیں کیونکہ آپ مجھے خط کا جواب براہ راست نہیں دیتے۔ ذرا سوچیے وہ ہم ہی ہیں جن کی دعاؤں سے آپ کامیابی کی منزلیں طے کر رہے ہیں۔ جناب اس مرتبہ ناول کے پیچھے ایک قابل اعتراض خط شائع ہوا ہے جو کالا ۔۔۔ گروپ کی

چند بہنوں نے تحریر کیا ہے۔ آپ سے گذارش ہے
کہ ایسے بکواس اور بے وزن خط شائع نہیں کروایا کریں
شکریہ، آپ بہت اچھا لکھتے ہیں۔ آپ کی تحریر میں
ایک خاص انفرادیت، بے ساختگی اور شوخی پائی جاتی
ہے۔ آپ کے ناول پڑھتے وقت یوں محسوس ہوتا ہے
جیسے آنکھوں کے سامنے کوئی متحرک فلم چل رہی ہو۔ ہم
سب آپ کے ناولوں کے شدت سے منتظر رہتے ہیں۔ آخر
میں میری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ یوں ہی دلچسپ، دلفریب
دلکش اور دلنشیں ناول لکھتے رہیں اور آپ کے پین کی
سیاہی کبھی ختم نہ ہو اور آپ تازیست ناول لکھتے رہیں

فقط آپ کے پرستار

عمران بٹ، طاہر بٹ، بشارت بٹ، کراچی

ج: دستخط شروع کر دیئے ہیں۔ اگر آپ کو روزانہ پچاس
ساٹھ خط ملیں تو پھر دیکھیں ان میں سے کتنوں کے
جواب دیتے ہیں، پھر بھی تمام جواب طلب خطوط کے
جواب دیتا ہوں۔

---